اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ ۔ عَسٰى أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَحْمُودًا

الفضل قادیان

ایڈیٹر:- غلام نبی

The ALFAZL QADIAN.

تار کا پتہ الفضل قادیان

مورخہ ۱۴ جولائی ۱۹۳۲ء یوم پنجشنبہ مطابق ۹ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ

مدینۃ المسیح

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کے متعلق اطلاع موصول ہوئی ہے۔ کہ حضور ۹- جولائی ½ ۵ بجے کے قریب بخیر وعافیت ڈلہوزی پہونچ گئے۔ راستہ میں بارش کی وجہ سے موٹر خراب ہو گئی۔ اس لئے دنیرہ سے فون کر کے ڈلہوزی سے موٹر منگائی گئی۔ اس پر حضور تشریف لے گئے۔ خدا کے فضل سے صحت اچھی ہے۔ سیدہ ام طاہر احمد بھی اللہ تعالےٰ کے فضل سے پہلے کی نسبت اچھی ہیں ؛

۱۱- جولائی۔ مرزا اسماعیل بیگ صاحب نے مسجد اقصےٰ میں ذکرِ حبیبؐ پر دوبارہ تقریر کی ؛

مقامی لجنہ اماء اللہ کا چوتھا ماہواری جلسہ ۱- جولائی کو دفتر لجنہ میں بصدارت اہلیہ صاحبہ ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب منعقد ہوا۔ جس میں محترمہ مریم بیگم صاحبہ اہلیہ حافظ روشن علی صاحب مرحوم۔ حیات بیگم صاحبہ۔ استانی امۃ العزیز بیگم صاحبہ کنیز فاطمہ صاحبہ اور عظمت بیگم صاحبہ نے علی الترتیب اخلاقِ فاضلہ۔ نماز۔ اولاد کو اُ

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

یقین حاصل کرو

"یقین ایک ایسی شے ہے۔ جو انسان کو ایک قوت اور شجاعت عطا کرتا ہے۔ یقین معلومات سے بڑھتا ہے۔ اور جب معلومات وسیع ہوں۔ تو یقین کی قوت سے ایک ماتحت اپنے افسر کے سامنے اپنے مقصد کو بیان کرنے سے نہیں ڈرتا۔ لیکن اگر معلومات کم ہوں۔ تو یقین میں بھی ایک قسم کی کمزوری ہو گی۔ اور پھر خواہ وہ افسر بھی ہو تو اسے بھی دبنا پڑتا ہے ؛

یہ صحیح بات ہے۔ کہ زندگی اور طاقت تب پیدا ہوتی ہے۔ جب پورا علم ہو۔ اس وقت انسان اپنے آپ کو مشکلات میں ڈالتا ہوا بھی پرواہ نہیں کرتا۔ جیسے صحابہؓ جو یقین اور معرفت کے نور سے بھ[رے ہوئے] اور شجاعت رکھتے تھے۔ وہ بادشاہوں کے ر[و برو] بولے۔ یقین ایسی چیز ہے۔ جو موت کو بھی آسا[ن کر دیتی ہے۔] شہادت کی موت سہل اور آسان ہے۔

اگر ایک سچے مسلمان کو قتل کی دھمکی [دی جائے تو] اس [...] یقین ایک روحانی سکن ہے۔ شہادت کا اور طو[...] پر رکھ دیتا ہے۔ غرض انسان کو یقین حسنہ پیدا [...] اور طبعیات میں ترقی کرے "

(۱۹۰[...]ء)

مدینۃ المسیح

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کے متعلق اطلاع موصول
حضور ۹- جولائی ½ ۵ بجے کے قریب بخیر وعافیت ڈلہوزی
رستہ میں بارش کی وجہ سے موٹر خراب ہوگئی۔ اس لئے
کر کے ڈلہوزی سے موٹر منگائی گئی۔ اس پر حضور تشریف لے
فضل سے صحت اچھی ہے۔ سیدہ ام طاہر احمد بھی اللہ تعالےٰ کے
کی نسبت اچھی ہیں۔

مولوی اسماعیل بیگ صاحب نے مسجد اقصےٰ میں ذکرِ حبیب پر
کی۔

اللہ کا چوتھا ماہواری جلسہ ۱۰ جولائی کو دفتر لجنہ میں بصدارت
حشمت اللہ صاحب منعقد ہوا۔ جس میں محترمہ مریم بیگم صاحبہ
علی صاحب مرحوم۔ حیات بیگم صاحبہ۔ استانی امۃ العزیز بیگم صاحبہ
حشمت بیگم صاحبہ نے علی الترتیب اخلاق فاضلہ۔ نماز۔ امداد باہمی

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

یقین حاصل کرو

"یقین ایک ایسی شے ہے۔ جو انسان کو ایک قوت اور شجاعت عطا کرتا ہے۔ یقین معلومات سے بڑھتا ہے۔ اور جب معلومات وسیع ہوں۔ تو یقین کی قوت سے ایک ماتحت اپنے افسر کے سامنے اپنے مقصد کو بیان کرنے سے نہیں ڈرتا۔ لیکن اگر معلومات کم ہوں۔ تو یقین میں بھی ایک قسم کی کمزوری ہوگی۔ اور پھر خواہ وہ افسر بھی ہو۔ تو اسے بھی دبنا پڑتا ہے۔

یہ صحیح بات ہے۔ کہ زندگی اور طاقت تب پیدا ہوتی ہے۔ جب پورا علم ہو۔ اُس وقت انسان اپنے آپ کو مشکلات میں ڈالتا ہوا بھی پروا نہیں کرتا۔

جیسے صحابہؓ جو یقین اور معرفت کے نور سے بھر کر دل میں ایک قوت اور شجاعت رکھتے تھے۔ وہ بادشاہوں کے سامنے کس دلیری سے جا بولے۔ یقین ایسی چیز ہے۔ جو موت کو بھی آسان کر دیتا ہے۔ اسی لئے شہادت کی موت سہل اور آسان ہے۔

اگر ایک سچے مسلمان کو قتل کی دھمکی دیجائے۔ تو وہ قتل اس کو سہل معلوم ہوگا۔ یقین ایک روحانی مسکن ہے۔ شہادت کی موت الادُنیا اور طول امل کو طاق پر رکھ دیتا ہے۔ غرض انسان کو یقین حاصل کرنا چاہیئے۔ اس سے پہلے کہ وہ فلسفہ

تبلیغی رپورٹیں

مختلف مقامات میں تبلیغ احمدیت

خانیوال میں کامیاب مناظرہ

۷-۸ جون ۱۹۳۲ء کو خانیوال میں غیر احمدی اصحاب نے ایک اجتماع کیا جس میں مختلف مقامات سے علماء منگوائے۔ چونکہ اشتہار جلسہ میں احمدیت کی مخالفت کا اعلان کر دیا تھا۔ اس لئے ہم نے مولوی عبد الاحد صاحب۔ حافظ مبارک احمد صاحب۔ مولوی احمد خان صاحب کو بلایا۔ غیر احمدیوں کا خیال تھا۔ کہ احمدی مبلغ اس موقعہ پر نہ آسکینگے۔ کیونکہ چند یوم ہی پہلے ہمارا جلسہ خانیوال میں ہو چکا تھا لیکن ہمارے مبلغین کا عین موقعہ پر پہونچ جانا ان کے لئے سوہان روح ہو گیا۔ حیلوں حوالوں سے مناظرہ کو ٹالنے لگے مگر پبلک نے انہیں مجبور کر دیا۔ کہ ضرور مناظرہ ہو۔ ہم نے ان کی تمام شرائط منظور کر لیں۔ تا کسی طرح پبلک کے کانوں تک تبلیغ حق پہونچ جائے۔ غیر احمدی علماء نے جو اعتراضات کئے۔ ان کے مدلل جواب دئے گئے۔ مثال کے طور پر ایک اعتراض مع جواب پیش کیا جاتا ہے:۔

غیر احمدی مولوی صاحب نے اعتراض کیا۔ کہ مرزا صاحب نے ازالہ اوہام میں لکھا ہے۔ قادیان کا نام قرآن کریم میں لکھا ہے۔ [illegible] ایسا نہیں ہے۔ یہ کہنے والا شخص مسیح موعود نہیں ہو سکتا۔ ہماری [illegible] یہ جواب دیا گیا۔ کہ حضرت مرزا صاحب کی مکمل عبارت نہیں [illegible] میں لکھا ہے۔ یہ بات کشفی ہے۔ اور کشف اختیاری بات نہیں۔ علاوہ ازیں کشف تعبیر طلب ہوتا ہے۔ اور اس کشف کی تعبیر ہے۔ کہ اگر کوئی شخص دیکھے۔ کہ اس کے گاؤں کا نام قرآن کریم میں آیا ہے تو اس کے گاؤں کی شہرت ہوتی ہے۔ اور یہ تعبیر قادیان میں ایسی چسپاں ہوتی ہے۔ کہ دوست دشمن اس کے گواہ ہیں۔ اس کے علاوہ ابن سیرین کے حوالہ سے بہت سی خوابیں اور ان کی [illegible] جب پبلک کے سامنے پیش کی گئیں۔ تو پبلک [illegible] ایک معزز غیر احمدی نے ہمارے مبلغین کو کھانے [illegible] سے ان کی تواضع کی۔ خاکسار شیخ فضل الرحمن۔

[illegible] احمدیہ مزنگ کا جلسہ

[illegible] ۱۹ [illegible] ء جلسہ ہوا۔ شیخ بشیر احمد صاحب نے اسلام [illegible] گھنٹہ تک تقریر کی۔ چوہدری عبد الرحیم صاحب [illegible] احباب جماعت کو موثر پیرایہ میں تبلیغ کی طرف [illegible] مثالیں دے کر سمجھایا۔ کہ ہمارا اپنا احمدی ہو جانا [illegible] کہ ہم اپنے ماحول کو اپنا ہم خیال نہ بنالیں۔

محمد سیکرٹری دعوت و تبلیغ مزنگ

سالانہ تبلیغی جلسہ ڈیرہ اسمٰعیلخاں

جماعت احمدیہ ڈیرہ اسمٰعیل خاں کا سالانہ تبلیغی جلسہ بفضل ایزدی بتاریخ ۲۹-جون ۱۹۳۲ء بعد دوپہر زیر صدارت ملک عزیز احمد صاحب بر مکان محمد عظیم خان اندرون دروازہ نظام شاں شروع ہوا۔ مولوی چراغ الدین صاحب مولوی فاضل نے قرآن کریم کے مکمل الہامی کتاب ہونے پر عالمانہ تقریر کی۔ اس کے بعد جلسہ مغرب و عشاء کی نماز کے لئے برخاست ہوا۔ دوسرا اجلاس ۹½ بجے رات شروع ہوا۔ مولوی عبد الغفور صاحب مولوی فاضل نے خلافت راشدہ پر لیکچر دیا۔ اور آیہ استخلاف سے ثابت کر دیا۔ کہ جیسے حضرت علی رض آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد چوتھے مقام پر خلیفہ برحق تھے۔ اسی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر رض حضرت عمر رض حضرت عثمان رض پہلے۔ دوسرے اور تیسرے علی الترتیب خلیفہ برحق تھے۔ آپ نے اپنے اس چیلنج کا بھی اعادہ کیا۔ جو مدت سے آپ شیعہ حضرات کو دے چکے ہیں۔ کہ ہم ہر ایک انعام دینے کے لئے تیار ہیں۔ اگر قرآن کریم کی ایک ہی آیت ایسی پیش کی جائے۔ جس سے ثابت ہو۔ کہ وہ صرف حضرت علی رض کے لئے ہے۔ اور خلفاء ثلاثہ اس میں شامل نہیں۔ مولوی صاحب نے ایک بجے کے قریب اپنی تقریر ختم کی۔ اور اسی پر یہ اجلاس ختم ہوا۔

۳۰-جون ۱۹۳۲ء کی کارروائی پہلے دن کی طرح ۶½ بجے شام سے شروع ہوئی۔ مولوی چراغ الدین صاحب نے وفات مسیح پر لیکچر دیا۔ ایک سکول ماسٹر صاحب نے اختتام جلسہ پر مطالبہ کیا۔ کہ مجھے ایک ہزار روپیہ فوراً دے دیا جائے۔ تو فی [illegible] جو چیلنج ہے۔ اسے قبول کر کے ثبوت پیش کرتا ہوں۔ مولوی عبد الغفور صاحب نے کہا۔ میں ابھی ایک ہزار روپیہ دینے کو تیار ہوں۔ مگر آپ قرآن سے نہیں۔ بلکہ حدیث سے۔ حدیث سے بھی نہیں۔ بلکہ کسی اشعار عرب کی کتاب سے ایک فقرہ ہی پڑھ دیں۔ جس میں توفی کا لفظ مقررہ شرائط کو پورا کرتے ہوئے استعمال ہوا ہو۔ اور اس کے معنی موت اور قبض روح کے نہ ہوں۔ مگر وہ کچھ نہ کر سکا۔

دوسرا اجلاس رات کو ۹½ بجے ہوا۔ مولوی عبد الغفور صاحب نے آیت خاتم النبیین کی تفسیر بیان کی۔ مخالف مولویوں نے یہ دیکھ کر کہ سامعین متاثر ہو رہے ہیں۔ شور و شر ڈال دیا۔ اس پر پولیس نے ان کو باہر نکال دیا۔ اور ہمارا جلسہ جاری رہا۔

تیسرے روز ۶½ بجے شام کو جلسہ شروع ہوا۔ لوگ بہت کثرت سے شریک جلسہ ہوئے۔ مولوی چراغ الدین صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کارناموں پر لیکچر دیا۔ اور سامعین نے نہایت خاموشی سے سنا۔ جلسہ ۸ بجے شام کو برخاست ہوا۔

دوسرا اجلاس ۹½ بجے شروع ہوا جس میں مولوی عبد الغفور صاحب نے ضرورت احادیث پر تقریر کی۔ اللہ تعالےٰ کا ہزار ہزار

تفسیر القرآن کے چھپے ہوئے نوٹوں کے متعلق اعلان

احباب جماعت کے شوق کو مد نظر رکھ کر اعلان کیا جاتا ہے کہ جن کی طرف سے تفسیر القرآن کی پیشگی قیمت وصول ہو چکی ہے اگر وہ اس وقت تک چھپا ہوا حصہ لینا پسند کریں۔ تو ان کی طرف سے اطلاع آنے پر بھجوایا جا سکتا ہے۔ وہ بقیہ حصہ نوٹوں کی چھپائی تک اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ چونکہ بعض احباب نے اصرار سے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی خدمت میں لکھا ہے۔ اس لئے حضور نے طبع شدہ حصہ بھیجے کی منظوری عطا فرما دی ہے۔ اس وقت تک اڑھائی سو صفحات کے قریب تفسیر چھپ چکی ہے۔ (پرائیویٹ سیکرٹری)

مولوی محمد احمد صاحب وکیل کی مساعی جمیلہ

آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے احسانات کے لئے مسلمانان کشمیر ہمیشہ ممنون رہیں گے۔ کشمیر کمیٹی کے ارسال کردہ وکیل مولوی محمد احمد صاحب بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ وکیل نہایت ہی جانفشانی سے کشمیر کے مسلمانوں کے مقدمات کی پیروی کر رہے [illegible] نہایت قابلیت سے مظلوموں کو بری کرا رہے ہیں [illegible] حال میں سری نگر کے آٹھ مسلمان ان کی مساعی [illegible] بری ہوئے۔ جن پر پولیس نے بلوے کا جھوٹا الزام [illegible] وکیل صاحب کی ان انتھک کوششوں کو دیکھتے ہوئے امید کی جاتی ہے۔ کہ باقی بے گناہ مظلوم بھی عنقریب بری ہو جائیں گے۔

نامہ نگار

ضروری اعلان

دفتر تعلیم و تربیت اور دیگر مدارس قادیان میں بعض ایسے دوستوں کی درخواستیں آتی رہتی ہیں۔ جو اپنے چھوٹے بچوں کو بورڈنگ میں داخل کرانا چاہتے ہیں۔ ایسے دوستوں کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے۔ کہ فی الحال ایسے بچوں کی رہائش اور پڑھائی کا انتظام نہیں ہے۔ ہاں اگر کم از کم دس ایسے بچے ہوں۔ تو انتظام کیا جا سکتا ہے۔ ناظر تعلیم و تربیت قادیان۔

احمدیہ ڈائرکٹری کے متعلق اعلان

ڈائرکٹری کے واسطے جن احباب کی خدمت میں خانہ پری کیواسطے فارم بھیجے گئے ہیں۔ وہ ابھی تک پر ہو کر واپس نہیں آئے۔ مہربانی کر کے

تبلیغی رپورٹیں

مختلف مقامات میں تبلیغ احمدیت

خانیوال میں کامیاب مناظرہ

۷ - ۸ - جون ۱۹۳۲ء کو خانیوال میں غیر احمدی اصحاب نے ایک اجتماع کیا جس میں مختلف مقامات سے علماء منگوائے۔ چونکہ اشتہار جلسہ میں احمدیت کی مخالفت کا اعلان کر دیا تھا۔ اس لئے ہم نے مولوی عبد الاحد صاحب۔ حافظ مبارک احمد صاحب۔ مولوی احمد خاں صاحب کو بلایا۔ غیر احمدیوں کا خیال تھا۔ کہ احمدی مبلغ اس موقعہ پر نہ آسکینگے۔ کیونکہ چند یوم ہی پہلے ہمارا جلسہ خانیوال میں ہو چکا تھا۔ لیکن ہمارے مبلغین کا عین موقعہ پر پہونچ جانا ان کے لئے سوہان روح ہو گیا۔ حیلوں حوالوں سے مناظرہ کو ٹالنے لگے مگر پبلک نے انہیں مجبور کر دیا۔ کہ ضرور مناظرہ ہو۔ ہم نے ان کی تمام شرائط منظور کر لیں۔ تا کسی طرح پبلک کے کانوں تک تبلیغ حق پہونچ جائے۔

غیر احمدی علماء نے جو اعتراضات کئے۔ ان کے مدلل جواب دئے گئے۔ مثال کے طور پر ایک اعتراض مع جواب پیش کیا جاتا ہے:۔

غیر احمدی مولوی صاحب نے اعتراض کیا۔ کہ مرزا صاحب نے ازالہ اوہام میں لکھا ہے۔ قادیان کا نام قرآن کریم میں لکھا ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ یہ کہنے والا شخص مسیح موعود نہیں ہو سکتا۔ ہماری طرف سے یہ جواب دیا گیا۔ کہ حضرت مرزا صاحب کی مکمل عبارت نہیں پڑھی گئی۔ جس میں لکھا ہے۔ یہ بات کشفی ہے۔ اور کشف اختیاری بات نہیں۔ علاوہ ازیں کشف تعبیر طلب ہوتا ہے۔ اور اس کشف کی تعبیر یہ ہے۔ کہ اگر کوئی شخص دیکھے۔ کہ اس کے گاؤں کا نام قرآن کریم میں لکھا ہے تو اس کے گاؤں کی شہرت ہوتی ہے۔ اور یہ تعبیر قادیان پر ایسی چسپاں ہوتی ہے۔ کہ دوست دشمن اس کے گواہ ہیں۔ اس کے علاوہ ابن سیرین کے حوالہ سے بہت سی خوابیں اور ان کی تعبیریں جب پبلک کے سامنے پیش کی گئیں۔ تو پبلک از حد متاثر ہوئی۔ ایک معزز غیر احمدی نے ہمارے مبلغین کو کھانے کی دعوت دی۔ اور فواکہ سے ان کی تواضع کی۔ خاکسار شیخ فضل الرحمن۔ نائب مہتمم تبلیغ:۔

جماعت احمدیہ مزنگ کا جلسہ

۲۹ - جون ۱۹۳۲ء جلسہ ہوا۔ شیخ بشیر احمد صاحب نے اسلام کی خصوصیات پر نصف گھنٹہ تک تقریر کی۔ چودہری عبد الرحیم صاحب جنرل سکرٹری نے احباب جماعت کو موثر پیرایہ میں تبلیغ کی طرف متوجہ کیا۔ اور مختلف مثالیں دے کر سمجھایا۔ کہ ہمارا اپنا احمدی ہو جانا کافی نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ ہم اپنے ماحول کو اپنا ہم خیال نہ بنالیں:۔

ذاکر (؟) ... سکرٹری دعوت و تبلیغ مزنگ

سالانہ تبلیغی جلسہ ڈیرہ اسمٰعیلخاں

جماعت احمدیہ ڈیرہ اسماعیل خاں کا سالانہ تبلیغی جلسہ بفضل ایزدی بتاریخ ۲۹ - جون ۱۹۳۲ء بعد دوپہر زیر صدارت ملک عزیز احمد صاحب بر مکان محمد عظیم خان اندرون دروازہ تنگام خان شروع ہوا۔ مولوی چراغ الدین صاحب مولوی فاضل نے قرآن کریم کے مکمل الہامی کتاب ہونے پر عالمانہ تقریر کی۔ اس کے بعد جلسہ مغرب وعشا کی نماز کے لئے برخاست ہوا۔ دوسرا اجلاس ۹½ بجے رات شروع ہوا۔ مولوی عبد الغفور صاحب مولوی فاضل نے خلافت راشدہ پر لیکچر دیا۔ اور آیہ استخلاف سے ثابت کر دیا۔ کہ جیسے حضرت علی رضہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد چوتھے مقام پر خلیفہ برحق تھے۔ اسی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت ابو بکر رضہ حضرت عمر رضہ حضرت عثمان رضہ پہلے۔ دوسرے اور تیسرے علی الترتیب خلیفہ برحق تھے۔ آپ نے اپنے اس چیلنج کا بھی اعادہ کیا۔ جو مدت سے آپ شیعہ حضرات کو دے چکے ہیں۔ کہ ہم ہر ایک انعام دینے کے لئے تیار ہیں۔ اگر قرآن کریم کی ایک ہی آیت ایسی پیش کی جائے۔ جس سے ثابت ہو۔ کہ وہ صرف حضرت علی رضہ کے لئے ہے۔ اور خلفاء ثلاثہ اس میں شامل نہیں۔ مولوی صاحب نے ایک بجے کے قریب اپنی تقریر ختم کی۔ اور اسی پر یہ اجلاس ختم ہوا:۔

۳۰ - جون ۱۹۳۲ء کی کارروائی پہلے دن کی طرح ۶½ بجے شام سے شروع ہوئی۔ مولوی چراغ الدین صاحب نے وفات مسیح پر لیکچر دیا۔ ایک سکول ماسٹر صاحب نے اختتام جلسہ پر مطالبہ کیا۔ کہ مجھے ایک ہزار روپیہ فوراً دے دیا جائے۔ توفی کے متعلق جو چیلنج ہے۔ اسے قبول کر کے ثبوت پیش کرتا ہوں۔ مولوی عبد الغفور صاحب نے کہا۔ میں ابھی ایک ہزار روپیہ دینے کو تیار ہوں۔ مگر آپ قرآن سے نہیں۔ بلکہ حدیث سے۔ حدیث سے نہیں۔ بلکہ کسی اشعار عرب کی کتاب سے ایک فقرہ ہی پڑھ دیں۔ جس میں توفی کا لفظ مقررہ شرائط کو پورا کرتے ہوئے استعمال ہوا ہو۔ اور اس کے معنی موت اور قبض روح کے نہ ہوں۔ مگر وہ کچھ نہ کر سکا:۔

دوسرا اجلاس رات کو ۹½ بجے ہوا۔ مولوی عبد الغفور صاحب نے آیت خاتم النبیین کی تفسیر بیان کی۔ مخالف مولویوں نے یہ دیکھ کر کہ سامعین متاثر ہو رہے ہیں۔ شور و شر ڈال دیا۔ اس پر پولیس نے ان کو باہر نکال دیا۔ اور ہمارا جلسہ جاری رہا:۔

تیسرے روز ۵½ بجے شام کو جلسہ شروع ہوا۔ لوگ بہت کثرت سے شریک جلسہ ہوئے۔ مولوی چراغ الدین صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کارناموں پر لیکچر دیا۔ اور سامعین نے نہایت خاموشی سے سنا۔ جلسہ ۸ بجے شام کو برخاست ہوا:۔

دوسرا اجلاس ۹½ بجے شروع ہوا۔ جس میں مولوی عبد الغفور صاحب نے ضرورت احادیث پر تقریر کی:۔ اللہ تعالےٰ کا ہزار ہزار

تفسیر القرآن کے چھپے ہوئے نوٹوں کے متعلق

احباب جماعت کے شوق کو مدنظر رکھ کر اعلان کیا ... کہ جن کی طرف سے تفسیر القرآن کی پیشگی قیمت وصول ہو ... اگر وہ اس وقت تک چھپا ہوا حصہ لینا پسند کریں۔ تو ... طرف سے اطلاع آنے پر بھجوایا جا سکتا ہے۔ وہ بقیہ حصہ ... کی چھپائی تک اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ چونکہ بعض احباب ... اصرار سے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ ... کی خدمت میں لکھا ہے۔ اس لئے حضور نے طبع شدہ حصہ ... کی منظوری عطا فرما دی ہے۔ اس وقت تک اڑھائی سو ... کے قریب تفسیر چھپ چکی ہے:۔ (پرائیویٹ سکرٹری)

مولوی محمد احمد صاحب وکیل کی مساعی ...

آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے احسانات کے لئے مسلمانان ... ہمیشہ ممنون رہیں گے۔ کشمیر کمیٹی کے ارسال کردہ وکیل ... محمد احمد صاحب بی۔ اے۔ ایل ایل۔ بی۔ وکیل نہایت ... سے کشمیر کے مسلمانوں کے مقدمات کی پیروی کر رہے ہیں ... نہایت قابلیت سے مظلوموں کو بری کرا رہے ہیں:۔

حال میں سری نگر کے آٹھ مسلمان اُن کی مساعی جمیلہ ... بری ہو گئے۔ جن پر پولیس نے بلوے کا جھوٹا الزام ... وکیل صاحب کی ان انتھک کوششوں کو دیکھتے ہوئے ... جاتی ہے۔ کہ باقی بے گناہ مظلوم بھی عنقریب بری ہو ...

ناظر ...

ضروری اعلان

دفتر تعلیم و تربیت اور دیگر مدارس قادیان ... دوستوں کی درخواستیں آتی رہتی ہیں۔ جو اپنے چھوٹے ... بورڈنگ میں داخل کرانا چاہتے ہیں۔ ایسے دوستوں ... کے لئے اعلان کیا جاتا ہے۔ کہ فی الحال ایسے بچوں ... اور پڑھائی کا انتظام نہیں ہے۔ ہاں اگر کم از کم ... ہوں۔ تو انتظام کیا جا سکتا ہے:۔ ناظر تعلیم و تربیت

احمدیہ ڈائرکٹری کے متعلق

ڈائرکٹری کے واسطے جن احباب کی خدمت میں خانہ ... فارم بھیجے گئے ہیں۔ وہ ابھی تک پر ہو کر واپس نہیں ...

بسم اللہ الرحمن الرحیم

34

الفضل

نمبر ۶ قادیان دارالامان مورخہ ۱۴ جولائی ۱۹۳۲ء جلد ۲۰

پنجاب یونیورسٹی سینٹ میں مسئلہ تاریخ اسلام پر پھر غور

سینٹ کو اپنا سابقہ فیصلہ بدل دینا چاہیئے

غیر مسلموں کا افسوسناک رویہ

نہایت ہی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے۔ کہ جن غیر مسلموں کو سرکاری اداروں پر قبضہ و اقتدار حاصل ہے۔ وُہ آئے دن کوئی نہ کوئی ایسی حرکت کرتے رہتے ہیں۔ جو مسلمانوں میں اضطراب اور بے چینی کا باعث بن جاتی ہے۔ اور جس کی وجہ سے اپنے حقوق اور مفاد کی بربادی کا نظارہ مسلمانوں کی آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے۔

تاریخ اسلام اور مسلمانانِ پنجاب

کچھ عرصہ ہوُا مسلمانانِ پنجاب نے خاص کوشش اور سعی سے پنجاب یونیورسٹی کے بی اے کے نصاب میں تاریخ اسلام کا مضمون داخل کرایا۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں اس مضمون کے متعلق خاص شوق اور دلچسپی کا اظہار ہونے لگا۔ چنانچہ ۱۹۳۱ء میں بی اے کا جو امتحان ہوُا۔ اس میں ۲۱۵ طلباء نے اور ۱۹۳۲ء کے امتحان میں ۲۴۰ طلباء نے تاریخ اسلام کا مضمون لے کر امتحان دیا۔ ایسی صورت میں چاہیئے تو یہ تھا۔ کہ یونیورسٹی کے اربابِ حل و عقد تاریخ اسلام کے متعلق روز افزوں ذوق و شوق کو دیکھ کر اس کے لئے اور زیادہ بہتر انتظام کرتے۔ اور پنجاب کی سب سے بڑی اکثریت بلکہ تمام اقوام کے مجموعہ سے بھی زیادہ تعداد رکھنے والے مسلمانوں کو یہ یقین دلانے کی کوشش کرتے۔ کہ سرکاری یونیورسٹی ان کی تعلیم کے متعلق بھی اپنے فرائض کا احساس رکھتی ہے۔ لیکن ہوُا یہ کہ یونیورسٹی کے غیر مسلم ارکان نے اپنے قبضہ و اقتدار کی بناء پر ایسے ہر دلعزیز مضمون کو محض اس لئے نصاب سے خارج کر دیا۔ کہ اس سے مسلمان اپنے اسلاف کے حالات سے واقفیت حاصل کرتے تھے۔ اور اس طرح اسلامی تہذیب و تمدن سے آگاہ ہوتے تھے۔

مسلمانوں میں رنج والم

اس کا لازمی نتیجہ یہ ہونا چاہیئے تھا۔ اور ہوُا۔ کہ مسلمانانِ پنجاب میں یونیورسٹی کے اس فیصلہ سے رنج والم کی ایک لہر دوڑ گئی اور انہوں نے نہایت زور کے ساتھ اس کے خلاف آواز بلند کی۔ ایک طرف تو قریباً ہر قصبہ اور ہر شہر کے مسلمانوں نے اتفاق رائے سے قراردادیں منظور کر کے یونیورسٹی سے مطالبہ کیا۔ کہ وُہ تاریخ اسلام کے مضمون کو بی۔ اے کے نصاب سے خارج کرنے کے متعلق سینٹ کے فیصلہ کو مسترد کر دے۔ اور دُوسری طرف تمام اسلامی پریس نے پنجاب یونیورسٹی کو اس کے فیصلہ کی ناموزونیت کی طرف توجہ دلائی اور مسلمانوں کے جذبات و احساسات سے پوری طرح آگاہ کیا لیکن یونیورسٹی کے غلط کار ارکان پر اس کا کچھ اثر نہ ہوُا۔

رجسٹرار صاحب کا اعلان

آخر رجسٹرار صاحب پنجاب یونیورسٹی نے ایک اعلان شائع کر کے بلطائف الحیل یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی۔ کہ اسلامی تاریخ کے نصاب سے خارج ہونے کی ذمہ داری ان مسلمان ممبروں پر عائد ہوتی ہے۔ جنہوں نے ابتدائی مراحل میں کسی موقعہ پر بھی اس تجویز کی مخالفت نہ کی۔ اور جب تک معاملہ سینٹ میں نہ پہونچ گیا۔ کسی نے اس کے خلاف آواز نہ اٹھائی۔

سینٹ کا فیصلہ

اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے۔ کہ یونیورسٹی کی ان مجالس میں کسی مسلمان ممبر نے اس تجویز کی مخالفت نہ کی جن میں ابتدائی طور پر پیش کی گئی تھی۔ تو اس سے یہ کس طرح لازم آگیا۔ کہ سینٹ میں تمام مسلمان ارکان کی متحدہ مخالفت کو بھی نظر انداز کر دیا جائے۔ سینٹ کے اس اجلاس میں جس میں یہ تجویز پیش ہوئی ۔۔ ۴ ممبروں نے رائے دی۔ ان میں سے انیس مسلمان تھے۔ اور ان سب نے مخالفت کی۔ ایک عیسائی ممبر نے بھی ان کا ساتھ دیا۔ اس طرح بیس رائیں اس تجویز کے خلاف شمار میں آئیں۔ اس کے مقابلہ میں اکیس غیر مسلم ممبروں نے تجویز کے حق میں رائیں دیں۔ اور صرف ایک رائے کی زیادتی سے اسے پاس کر دیا گیا۔

ماتحت مجالس میں مسلمانوں کی تعداد

اگر ابتدائی مجالس میں اس تجویز کے خلاف مسلمان ممبروں کی آواز قابلِ اعتناء سمجھی جا سکتی تھی۔ تو کیوں سینٹ کے اجلاس میں اس کی پروا نہ کی گئی۔ بحالیکہ ان مجالس میں مسلمان ممبروں کی تعداد غیر مسلموں کے مقابلہ میں نہایت ہی قلیل ہے۔ مثلاً اساتذۂ تاریخ کی کمیٹی کے نو یا دس ممبروں میں سے صرف ایک مسلمان ہے تاریخ و جغرافیہ کے بورڈ آف سٹڈیز کے آٹھ ممبروں میں سے صرف ایک مسلمان ہے اکیڈیمک کونسل کے بیالیس ممبروں میں سے زیادہ سے زیادہ پانچ مسلمان ہیں۔ آرٹس فیکلٹی کے کم و بیش ستاسی ممبروں میں سے بیس یا بائیس مسلمان ہیں۔ اور سنڈیکیٹ کے سترہ ممبروں میں سے صرف چار مسلمان ہیں۔ ظاہر ہے۔ کہ ان مجالس میں آراء کے لحاظ سے مسلمان ممبر اکثریت حاصل نہیں کر سکتے تھے۔ اور نہ تاریخ اسلام کے مضمون کے اخراج کی تجویز کو اس طرح رکوا سکتے تھے۔ اس صورت میں سینٹ کے فیصلہ کی تائید میں یہ بات پیش کرنا۔ کہ ابتدائی مجالس میں مسلمانوں نے مخالفت نہ کی۔ کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔ اور محض عذرِ خام قرار دینے کے قابل ہے۔

ماتحت مجالس میں بھی مخالفت کی گئی

لیکن جہاں تک ابتدائی مجالس میں مخالفت کا سوال ہے۔ اسکی بھی وُہ نوعیت نہیں ہے۔ جو رجسٹرار صاحب نے پیش کی ہے۔ اور معزز معاصر انقلاب نے بتایا ہے۔ کہ تاریخ کی کمیٹی کے واحد مسلمان ممبر نے اس کمیٹی کے دو اجلاسوں میں شدید مخالفت کی۔ تاریخ و جغرافیہ کے بورڈ آف سٹڈیز کے تنہا مسلمان ممبر نے بھی خلاف آواز اٹھائی مگر کوئی شنوائی نہ ہوئی۔ اور آخر کار سینٹ کے اجلاس میں صرف ایک ووٹ کی زیادتی سے اس تجویز کو پاس کر دیا گیا۔ اور سینٹ کے تمام مسلمان ممبروں کی متفقہ مخالفت کے باوجود پاس کر دیا گیا۔

سینٹ خود تجویز کو مسترد کر دے

سینٹ کو چاہیئے تھا۔ کہ مسلمان ممبروں کی متحدہ آواز کو اس طرح نذرِ تغافل نہ کرتے ہوئے اس تجویز کو پاس نہ کیا جاتا۔ اور اگر اس بناء پر یہ جرأت کی گئی۔ کہ ابتدائی مجالس میں بقول رجسٹرار صاحب یونیورسٹی کسی مسلمان ممبر کے مخالفت نہ کرنے کی وجہ سے یہ خیال کر لیا گیا تھا۔ کہ بعض ایسے مسلمان بھی ہو سکتے ہیں۔ جو اس تجویز کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھتے ہوں۔ یا کم از کم اس کے خلاف آواز اٹھانے کے لئے تیار نہ ہوں۔ تو اب جبکہ اس خیال کی پورے طور پر تغلیط ہو چکی ہے۔ ہر طبقہ اور ہر درجہ کے مسلمانوں نے متفقہ طور پر اس کی مخالفت کی ہے۔ اور سارے پنجاب میں کوئی ایک مسلمان بھی ایسا نہیں۔ جو یہ گوارا کر سکتا ہو۔ کہ تاریخ اسلام کے مضمون کو بی۔ اے کے کورس سے نکال دیا جائے۔ تو کوئی وجہ نہیں۔ کہ سینٹ خود ہی اس تجویز کو مسترد نہ کر دے۔

خلیفہ شجاع الدین صاحب کی تحریک

اسی غرض سے ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین صاحب نے یونیورسٹی کیلنڈر کے اس قاعدہ کے مطابق کہ اگر سینیٹ کے چھ ممبر سینیٹ کے کسی سابقہ فیصلہ پر نظر ثانی کی درخواست کریں۔ تو وائس چانسلر سینیٹ کا اجلاس دوبارہ طلب کر کے اس فیصلے کی ترمیم کا موقعہ دے سکتا ہے چھ ممبروں کی طرف سے درخواست بھیجی ہے جس میں لکھا ہے۔ کہ سینیٹ نے تاریخ اسلام کے مضمون کو بی۔ اے کے نصاب سے خارج کرنے کے متعلق جو فیصلہ کیا ہے۔ اس سے سارے صوبہ کے مسلمانوں میں بے چینی پھیل گئی ہے۔ اور چونکہ یہ فیصلہ مسلمانوں سے صریح بے انصافی پر مبنی ہے۔ اس لئے سینیٹ کا ایک اور اجلاس منعقد کر کے یہ معاملہ دوبارہ زیر بحث لایا جائے ؂

تلافی مافات کا موقعہ

سینیٹ کے لئے اپنی سابقہ غلطی اور مسلمانوں سے بے انصافی کی تلافی کے لئے یہ بہت اچھا موقعہ پیدا کیا گیا ہے۔ اسے دوبارہ غور کرتے وقت اس سے ضرور فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ اور خواہ مخواہ مسلمانوں کو شکایت کا موقعہ نہ دینا چاہیئے۔ پنجاب یونیورسٹی جہاں اور بیسیوں مضامین کی تعلیم کا انتظام کرتی ہے۔ وہاں اس کے لئے تاریخ اسلام کے متعلق انتظام کرنا کوئی مشکل نہیں۔ اور خاص کر اس صورت میں جبکہ پنجاب کی ۵۵ فیصدی آبادی اس کے متعلق خاص شوق رکھتی ہے۔ لیکن اس مضمون کا نصاب سے اڑا دینا مسلمانوں کے لئے اتنی بڑی شکایت پیدا کرتا ہے۔ جسے وہ قطعاً برداشت نہیں کر سکتے ؂

کہا جاتا ہے۔ کہ ایسے معاملات میں سینیٹ کا فیصلہ ناطق ہوتا ہے۔ اور اسے تصدیق کے لئے حکومت کے پاس بھیجنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اگر اسی گھمنڈ میں سینیٹ نے پھر ایک آدھ رائے کی زیادتی سے اپنے سابقہ فیصلہ کو بحال رکھا تو یہ طریق عمل نہایت خطرناک نتائج پیدا کرنے کا موجب ہوگا۔ سینیٹ خواہ کچھ ہی حیثیت رکھتی ہو۔ بہر حال حکومت کے ماتحت ایک شعبہ ہے۔ اور جب حکومت اپنے غلط اور خلاف انصاف فیصلوں کو بدلنے پر مجبور کی جا سکتی ہے۔ تو سینیٹ کی کیا حقیقت ہے۔ کہ وہ اپنے ایسے فیصلہ کو جس نے تمام مسلمانوں میں غیظ و غضب کے جذبات بھڑکا دیئے ہیں۔ اٹل سمجھ لے۔ اور اس میں ترمیم کرنے کی کوئی صورت ہی باقی نہ ہو۔ سینیٹ نے اگر اس غلط فہمی میں مبتلا ہو کر اپنے پہلے فیصلہ پر اصرار کیا۔ تو یونیورسٹی رہی سہی قوت بھی ضائع کرے گی۔ اور مسلمان اس وقت تک چین نہ لیں گے جب تک نہ صرف اس فیصلہ کو تبدیل کرا لیں۔ بلکہ سینیٹ کو آئندہ اس قسم کے فیصلے کرنے کے ناقابل بنا دیں ؂

لفظ "خاتم" کے معنی

نہ صرف علماء کہلانے والے جن سے یہ توقع ہی نہیں ہو سکتی کہ وہ پرانے خیالات کو خواہ وہ کتنے ہی غلط اور مضحکہ خیز کیوں نہ ہوں۔ بآسانی ترک کر سکینگے۔ بعض اوقات دوسرے لوگ بھی رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت خاتم النبیین کا اس غلط عقیدہ کے ماتحت کہ اب کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ یہ مفہوم سمجھتے ہیں کہ آپ نے نبیوں کی آمد کو روک دیا۔ اور آپ کے آنے کے بعد انعام نبوت بند ہو گیا۔ حالانکہ اس طرح رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق خاتم النبیین کا خطاب باعث فضیلت نہیں رہتا۔ اور یہ مفہوم عام محاورہ کے بھی بالکل خلاف ہے ؂

جناب غلام رسول خاں صاحب پنشنر سب جج صدر انجمن اتحاد بلوچان سندھ نے ۹۔ جولائی کے "انقلاب" میں ایک مضمون ریاست قلات کے متعلق شائع کرایا ہے جس میں وہ ریاست کے ایک سابق وزیر اعظم کے متعلق لکھتے ہیں:۔

"نواب سر میر شمس شاہ کے عہد وزارت کو اکثر لوگ تحریف سے یاد کرتے ہیں۔ ان کے تشدد اور نشر تعلیم کے خلاف تنفر سے قطع نظر کر کے ریاست کے وقار معموری خزانہ و دیگر انتظامات میں جس قابلیت کا اظہار وہ کرتے رہے۔ کوئی اور وزیر شاذ و نادر ہی کر سکیگا بعض لوگ تو نواب صاحب کو خاتم الوزارت قلات کہتے سنے گئے"

اب کوئی شخص خاتم الوزارت قلات کا یہ مطلب نہیں لے گا کہ قلات میں آئندہ کوئی وزیر ہی نہیں ہوگا۔ بلکہ یہی سمجھیگا۔ کہ جس وزیر کے متعلق یہ کہا گیا ہے۔ اس کی دوسرے وزراء پر فضیلت ظاہر کی گئی ہے۔ مگر تعجب ہے۔ خاتم النبیین کے متعلق یہ صاف اور سیدھی بات فراموش کر دی جاتی ہے

احراریوں کا انجام

مسلمانوں میں جس طرح کئی ایک اور وقتی اور ہنگامی تحریکات پیدا ہو کر کارکنوں کے عدم خلوص اور ذاتی اغراض کے باعث جلد ہی برباد ہو کر گمنامی کے گڑھے میں گر گئیں۔ یہی حال تحریک احرار کا ہوا۔ یہ لوگ شورش کشمیر کے ایام میں پیدا ہوئے۔ اور مسلمانان کشمیر کی امداد کرنے کی آڑ لے کر کھڑے ہوئے۔ لیکن اپنی بے تدبیری اور شورش انگیزی کی وجہ سے ایک طرف تو انہوں نے مسلمانان کشمیر کے مفاد کو سخت نقصان پہنچایا۔ اور دوسری طرف جابجا مسلمانوں میں فتنہ و فساد کھڑا کر دیا۔ اس وجہ سے مسلمانوں میں اس تحریک کی کچھ بھی قدر و قیمت باقی نہ رہی۔ اور اب تو حالت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ احراریوں کا ایک بہت بڑا نقیب "مدینہ" یہ رونا رونے پر مجبور ہو گیا ہے۔ کہ "احراریوں کے جیلوں میں جانے اور تحریک کے رو بہ زوال ہونے کے بعد ملت ان کو اس طرح بھول گئی۔ گویا وہ اس دنیا میں نہ کبھی پہلے تھے۔ نہ اب ہیں"

احراریوں کا یہ انجام نہایت حسرت ناک ہے لیکن اس کا باعث وہ خود ہی بنے۔ گو وہ آئندہ کے لئے ہی سنبھل جائیں۔ اور بے فائدہ شور و شر بپا کرنے کی بجائے ٹھوس کام کرنے کی طرف متوجہ ہوں۔ تو کہا جا سکے گا۔ کہ یہ ٹھوکر ان کی آنکھیں کھولنے کا باعث ہوئی ؂

ہندوؤں کی مذہبی کتب کے گپوڑے

ہندوؤں کی مذہبی کتب میں ایسی ہی دور از عقل و فکر باتیں لکھی ہیں۔ کہ راسخ الاعتقاد ہندوؤں کے سوا نئی روشنی کے دلدادہ اور خاص کر آریہ صاحبان کھلم کھلا ان کا انکار کر دیتے بلکہ ان پر تمسخر اڑاتے ہیں۔ لیکن ۲۔ جولائی کے "آریہ گزٹ" نے جاپان میں ایک نئی قسم کی توپ کے ایجاد ہونے کی مبینہ سر بازار افواہ کا ذکر کر کے لکھا ہے ؂

"جاپان کو ناز ہوگا۔ کہ اس کے ایک سپوت نے یہ زبردست ایجاد کی ہے۔ لیکن اسے معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ یہ توپ کوئی نئی بات نہیں۔ آج سے پانچ ہزار برس پہلے اس قسم کے ہتھیار بھارت ورش میں پائے جاتے تھے۔ جو خود بخود دشمن کا تعاقب کر کے پانچ کیا۔ کئی میلوں تک مار کرتے تھے۔ آج سے لاکھوں سال پہلے رامائن کے زمانہ میں بھی یہ ہتھیار پائے جاتے تھے۔ رامائن میں ان کا ذکر آتا ہے۔ ہم ان ہتھیاروں کا تمسخر اڑاتے تھے۔ اور انہیں گپ قرار دیتے تھے۔ لیکن آج یہ چیزیں کسی دوسری صورت میں تیار ہو رہی ہیں۔ تو ہم ان کے قائل ہوئے ہیں"

آریوں کو چاہیئے۔ دوسری باتوں کا بھی انکار نہ کریں۔ جن میں سے بعض کبھی کبھی ہم بھی پیش کرتے رہتے ہیں۔ اور ان کے متعلق "آریہ گزٹ" یہ جواب نہ دیا کرے۔ کہ "ان باتوں کو تو آج کل کوئی سمجھدار سناتن دھرمی بھی نہیں مانتا" جیسا کہ اس نے اسی پرچہ میں ہمارے ایک مضمون کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے بلکہ اس بات کا انتظار کرنا چاہیئے۔ کہ کہیں کوئی گپ ہاتھ آ جائے۔ اور وہ اسے اپنی کتب کے گپوڑوں کی تائید میں پیش کر دے ؂

مسلمانوں کے اختلاف سے ہندوؤں کو خوشی

مسلم کانفرنس میں اختلاف کا رونما ہونا غیر مسلموں کے لئے جس قدر وجہ شادمانی بن رہا ہے۔ اس کا اندازہ ان مضامین سے ہو سکتا ہے۔ جو اختلاف کرنے والے اصحاب کی حمایت کے رنگ میں

35

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ جمعہ

نوجوانانِ جماعت احمدیہ سے خطاب

اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کرو

از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۸ جولائی ۱۹۳۲ء

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

میں نے متواتر جماعت کے دوستوں کو اس طرف توجہ دلائی ہے۔ کہ سلسلوں کی ترقی

آئیندہ نسلوں کی ترقی

کے ساتھ وابستہ ہوتی ہے۔ اگر ہماری آئیندہ نسلیں اس معیار کو قائم نہ رکھیں۔ جسکا قائم رکھنا

ہماری ترقی

کے لئے ضروری اور لازمی ہے۔ تو یقیناً یہ امر ہماری ترقی کے رستہ میں اہم اور بہت بڑی روک ثابت ہوگا۔ کئی دفعہ میں نے بتایا ہے۔ کہ

اولاد کی محبت

اسبات میں مرکوز نہیں ہے۔ کہ ماں باپ ان کی تمام خواہشات کو پورا کریں۔ بلکہ اس میں اچھے اخلاق

قربانی و ایثار کی روح

پیدا کرنا سچی محبت ہے۔ اس کے بغیر عارضی خوشیاں دراصل ان کے لئے

ماتم کا سامان

ہوتی ہیں۔ اور ان پر خوش ہونے والے والدین دراصل ان کے دوست نہیں۔ بلکہ دشمن ہوتے ہیں۔ میں یہ بات سمجھتا ہوں۔ اور سمجھ سکتا ہوں کہ باوجود پوری خواہش اور ممکن تدابیر اختیار کرنے کے بھی ہو سکتا ہے۔ کہ اولاد والدین کی مرضی کے مطابق نہ چلے۔ اور ان کے احکام کی خلاف ورزی کرے۔ لیکن اس کا سبب یا تو یہ ہوگا کہ اولاد کے

دماغ میں کوئی نقص

ہوگا۔ یا پھر یہ کہ ماں باپ کے اثر سے

زیادہ مضبوط اثر

اس پر پڑ رہا ہوگا۔ اور یہ اثر اگر لڑکا شادی شدہ ہوگا۔ تو بیوی کا ہوگا یا دوستوں اور استادوں کا ہوگا۔ اور اگر وہ شادی شدہ نہ ہوگا۔ تو دوستوں اور استادوں کا۔

پس میں تسلیم کرتا ہوں۔ کہ بالکل ممکن ہے بعض ماں باپ پورا زور لگائیں۔ اور پھر بھی تمام اولاد یا ان میں سے بعض پر برا اثر ہو۔ اور وہ اسے روک نہ سکیں۔ لیکن اس صورت میں وہ بری الذمہ ہونگے ان کی ذمہ داری کوشش اور سعی تک تھی۔ اگر یہ ثابت ہو جائے۔ کہ انہوں نے وہ تمام تدابیر جو

اصلاح اولاد

کے لئے کرنی چاہئیں۔ اختیار کیں۔ مگر پھر بھی اچھا نتیجہ نہیں نکلا۔ اور وہ کامیاب نہیں ہو سکے۔ تو اس صورت میں وہ خدا تعالےٰ کے مؤاخذہ کے نیچے نہیں ہوں گے۔ اگر نصیحت تنبیہ زجر توبیخ سے تعلق رکھنے والی تمام تدابیر انہوں نے اختیار کیں۔ اور پیار سے تعلق رکھنے والے تمام ذرائع بھی استعمال کئے۔ پھر بھی اصلاح نہیں ہوئی۔ تو وہ

اللہ تعالیٰ کے سامنے بری الذمہ

ٹھہریں گے۔ لیکن عام طور پر ایسے حالات میں اصلاح ہو جاتی ہے۔ سوائے اس کے کہ خدا تعالےٰ کی کوئی خاص تقدیر کسی کے بارے میں جاری ہو۔ لیکن ایسے انسان بہت کم ہوتے ہیں جن کے متعلق

خاص تقدیر

جاری ہو۔ عام انسانوں کی حالت ایسی ہی ہوتی ہے۔ جیسا کہ نباتات کے متعلق خدا تعالےٰ کا عام قانون جاری ہوتا ہے۔ اسی کے ماتحت وہ کھاتے پیتے۔ اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے اور جیتے مرتے ہیں۔ خاص قوانین جاری کرنے کے لئے انسان کو یا تو شرارت میں ابوجہل اور فرعون جیسا بننا پڑتا ہے۔ یا نیکی میں حضرت مسیح۔ حضرت موسیٰؑ اور حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا بننا پڑتا ہے۔ برے رنگ میں خاص قانون جاری کرانے کے لئے انسان کو ابوجہل اور فرعون کا مثیل بننا پڑتا ہے۔ اور نیک رنگ میں خاص قانون جاری کرانے کے لئے حضرت موسیٰ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مثیل۔ مگر دنیا میں نہ تو تمام شریر فرعون اور ابوجہل جیسے ہوتے ہیں۔ اور نہ سارے نیک حضرت موسیٰؑ اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم جیسے اسلئے وہ

عام قانون کے ماتحت

ہی زندگی بسر کرتے ہیں۔

پس یہ کہنا۔ کہ فلاں کی اولاد کے متعلق خدا تعالیٰ کا کوئی خاص قانون جاری ہوا ہوگا۔ عام لوگوں کے متعلق

بعید از قیاس بات

ہے۔ بے شک ایسا بھی ہوتا ہے۔ جیسے حضرت نوح علیہ السلام کے متعلق خدا تعالےٰ کا یہ قانون کہ ان کا بیٹا سزا پائے گا۔ یا ابراہیم علیہ السلام کے متعلق یہ کہ ان کی اولاد میں نبوت قائم کی جائے گی یہ خود دونوں

اعلیٰ درجہ کے انسان

تھے۔ مگر ایک کی اولاد کے لئے اللہ تعالےٰ نے برے رنگ میں خاص قانون جاری کیا۔ اور دوسرے کے لئے اچھے رنگ میں۔ میں اسوقت یہ حکمت بیان کرنے کے لئے کھڑا نہیں ہوا۔ کہ کیوں حضرت نوح علیہ السلام کے لڑکے کے متعلق برے رنگ میں خدا تعالےٰ کا خاص قانون جاری ہوا۔ اور کیوں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کے متعلق اچھے رنگ میں۔ اگرچہ خدا تعالیٰ کی کوئی بات

حکمت سے خالی

نہیں ہوتی۔ مگر اس وقت اسے بیان کرنا میرا مقصد نہیں۔ اس وقت صرف یہ بتانا چاہتا ہوں۔ کہ

خاص قانون خاص بندوں کے لئے

ہی جاری ہوتے ہیں۔ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے خدا تعالےٰ کا یہ خاص قانون جاری ہوا۔ کہ

سارے عرب میں مخالفت کی آگ

بھڑک اٹھی۔ خدا تعالےٰ نے قرآن شریف میں بھی یہ بیان فرمایا ہے

کہ جب ہم کسی عظیم الشان نبی کو مبعوث کرتے ہیں۔ تو فلسوفا مترفیھا ففسقوافیھا یعنے ہم سب بڑے آدمیوں کے دلوں میں مخالفت کی آگ بھڑکا دیتے ہیں۔ اور جتنے زیادہ ہم احکام دیتے ہیں۔ وہ اتنے ہی زیادہ مخالف ہوتے جاتے ہیں لیکن یہ

ہر ایک انسان

کے لئے نہیں ہو سکتا۔ کہ اس طرح اس کی مخالفت کی جائے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اچھی بات کہتے تھے لیکن لوگ آپ سے لڑتے تھے۔ مگر کئی لوگ بری باتیں کہتے ہیں۔ اور پھر بھی لوگ ان سے پیار کرتے ہیں۔ تو یہ مخالفت بھی یونہی نصیب نہیں ہو جاتی

اس زمانہ کے کئی مدعیان

محض اس وجہ سے مجھے گالیوں سے بھرے ہوئے خطوط لکھتے رہتے ہیں۔ کہ کیوں "الفضل" میں ہماری مخالفت نہیں کرائی جاتی مگر میں ان کو یہی جواب دیتا ہوں۔ کہ

مخالفت بھی خدا تعالےٰ کے فضل سے

ہوتی ہے۔ کب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لوگوں کو خطوط لکھے۔ کہ میری مخالفت کرو۔ خدا تعالےٰ نے خود ہی ان کے دلوں میں آگ لگا دی۔ اس طرح گندوں کے گند بڑھا دیئے۔ اور پھر نیکوں کی نیکی میں ترقی دی۔ بڑے بڑے لوگ خود ہی مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے۔ اس پر عوام نے سمجھا۔ کہ ضرور کوئی بات ہوگی۔ اس لئے انہوں نے غور شروع کیا۔ اور خدا تعالےٰ نے ان میں سے

کئی ایک کو ہدایت

دیدی۔ تو عام آدمیوں کے لئے خاص قانون جاری نہیں ہوتا۔ اس لئے ہم یہ سمجھنے پر مجبور ہیں۔ کہ درحقیقت اولاد کی تربیت کے متعلق

عام قانون کی نگہداشت

کے مطابق برے یا بھلے نتائج نکلتے ہیں۔ بری صحبت عدم توجہی یا دماغی نقص سے برا نتیجہ نکلتا ہے اور اچھی صحبت کوشش اور سعی نیز دماغی قابلیت کی وجہ سے اچھا نتیجہ برآمد ہوتا ہے۔ پس ان باتوں کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ جہاں خاص حالات ہوتے ہیں وہاں اللہ تعالےٰ کا خاص قانون بھی جاری ہوتا ہے۔ پھر یہ بات بھی صحیح نہیں۔ کہ خدا تعالےٰ کسی سے کہتا ہے۔ بد ہو جا۔ اور وہ بد ہو جاتا ہے۔ دراصل وہ انسان خود

بدی کا مستحق

ہوتا ہے۔ اور پھر بدی میں بڑھ جاتا ہے۔ یہی اصل نیکوں کے متعلق ہے۔ مگر میں دیکھتا ہوں۔ بہت سے لوگ اس قانون سے غافل ہیں۔ اور باوجودیکہ موقع ہوتا ہے۔ کہ وہ اولاد کی اصلاح کریں۔ مگر نہیں کرتے ؎

میں سمجھتا ہوں

احمدیت کے متعلق ذمہ واریاں

جس طرح ماں باپ پر عائد ہوتی ہے۔ اسی طرح اولاد پر بھی ہیں

اس لئے کیوں نہ میں

اولاد کو مخاطب

کروں۔ اور انہیں کہوں۔ کہ خدا سے تمہارا تعلق والدین سے وابستہ نہیں۔ ابو جہل کس طرح رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی مخالفت پر کمر بستہ تھا۔ مگر عکرمہ نے کس طرح اسلام کی خاطر قربانیاں کیں اگر ماں باپ ہی ذمہ وار ہوتے۔ تو عکرمہ کو یہ سعادت کبھی نصیب نہ ہوتی۔ اسلام کے ابتدائی ایام میں اس کے لئے جانیں قربان کرنے والے

بڑے بڑے مخالفین کی اولاد

میں سے ہی تھے۔ یا بڑے لوگوں کے بھیتجے بھانجے وغیرہ۔ اسی کی طرف اللہ تعالےٰ نے قرآن شریف میں اشارہ فرمایا ہے۔ کہ اولم یروا انا ناتی الارض ننقصھا من اطرافھا یعنی ہم ان کی دنیا کو تنگ کر رہے ہیں۔ یہ دیکھتے نہیں۔ کہ کس طرح روز بروز کم ہوتے جا رہے ہیں۔ پس اگر ماں باپ کے اثر کے نتیجہ میں ہی اولاد کی اصلاح ہوتی۔ تو یہ نوجوان جنہوں نے ایسے وقت میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی۔ جب ساری دنیا مخالف تھی۔ اور جب راستوں پر چلنا مسلمانوں کے لئے دشوار تھا۔ یہ اٹھارہ اٹھارہ اور بیس بیس سال کے نوجوان جن کے

عیش و آرام کے دن

تھے۔ خود بخود اپنے لئے ایسی زندگی کو پسند نہ کرتے جو قید سے بھی زیادہ تکلیف دہ تھی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ

نوجوانوں کا دماغ

ایسا ہوتا ہے۔ کہ وہ اپنے برے اور بھلے میں تمیز کر سکے۔ اگر ان نوجوانوں نے باوجود والدین کی مخالفت کے نیکی کی راہ اختیار کی۔ تو ہمارے نوجوان

ماں باپ کی تائید

کے باوجود کیوں نہیں کر سکتے۔ اس لئے اپنے نوجوانوں کے والدین ان کے بڑوں رشتہ داروں استادوں اور بزرگوں کو نظر انداز کرتے ہوئے گویا وہ اس وقت میرے مخاطب ہی ہیں۔ میں

براہ راست نوجوانوں سے

کہتا ہوں۔ کہ وہ اپنی ذمہ واریوں کو محسوس کریں۔ کیونکہ ایک دن وہی کام جو اس وقت ان کے والدین کا ہے۔ ان کے کندھوں پر پڑے گا۔ خدا تعالےٰ نے احمدیت کے پودے کو ان لوگوں کے خون سے سینچوایا ہے۔ جو نیکی میں اس قدر ترقی یافتہ تھے۔ کہ ان کے

قدموں کی خاک

عام لوگوں کے سروں کے لئے برکت کا موجب ہے۔ انہوں نے اپنی زندگی کی تمام گھڑیاں سلسلہ کی عظمت قائم کرنے کے لئے خرچ کیں وہ بے شک تلوار سے نہیں کاٹے گئے۔ اگرچہ کئی ایک جان سے بھی مارے گئے۔ مگر زیادہ تر آہستہ آہستہ دق اور سل سے فوت ہوئے ظاہری دق اور سل نہیں۔ بلکہ

قومی درد کی دق اور سل

جو ظاہری سے کہیں زیادہ سخت ہوتی ہے۔ ان کی عمریں جتنی سلسلہ کے لئے بسر ہوئیں۔ اس کے دوران میں

دنیا کی اصلاح کے لئے

وہ گویا جہنم میں گرے۔ اور اس لئے گرے۔ کہ تا تم جنت کو پا سکو پس میں نوجوانوں سے پوچھتا ہوں۔ کہ کیا سلسلہ کے ان جاںنثاروں کی قربانیاں ایسی نہیں۔ کہ وہ ان کو

اپنے لئے مثال

بنائیں۔ اور بجائے اپنے وقت کو آوارگی میں بسر کرنے کے دنیا کے لئے مفید بنائیں۔

دنیا میں قربانی اور ایثار کی کئی چھوٹی چھوٹی مثالیں ہیں جنہیں قائم رکھا جا رہا ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام کو

صرف چھ گھنٹہ کے لئے صلیب

پر لٹکایا گیا۔ اور ان کے ہاتھوں اور پاؤں میں کیل گاڑے گئے۔ مگر اس کے مقابلہ میں تمہارے سامنے کیسی شاندار مثالیں ہیں

سید عبد اللطیف صاحب رضؓ شہید

نے کس طرح جان دی۔ ہزاروں آدمیوں نے پتھر مار مار کر انہیں شہید کیا۔ مگر وہ اس وقت بھی انہیں دعائیں ہی دیتے رہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام تو صلیب کے صدمہ سے بیہوش ہو گئے تھے لیکن سید عبد اللطیف پر آدھ یا پون گھنٹہ تک مسلسل پتھروں کی بارش ہوتی رہی۔ لیکن وہ آخر تک پوری طرح ہوش و حواس میں رہے۔ اور

پتھر مارنے والوں کو دعائیں

دیتے رہے یہی حال بعد کے شہدا کا ہے۔ انہیں طرح طرح کے دکھ دیئے گئے۔ مگر انہوں نے ذرہ پرواہ نہ کی۔ اپنی طرف سے نہایت ذلت کے ساتھ انہیں بازاروں میں پھرایا گیا۔ رستوں میں ان پر تھوکا گیا۔ گالیاں دی گئیں۔ اور مجبور کیا گیا۔ کہ کہدو مرزا صاحب کا دعویٰ جھوٹا ہے۔ مگر وہ یہی کہتے رہے ہم تو خدا تعالےٰ سے یہی دعا کرتے ہیں۔ کہ تمہیں ہدایت دے۔ اور تم بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو

قبول کر لو

ایک شخص جو اب احمدی ہو گیا ہے۔ ایک زمانہ میں وہ سخت مخالف تھا۔ اس نے مجھے کئی خط لکھے اس نے لکھا۔ میرا دل رنج والم سے بھر جاتا ہے۔ جب میں یہ یاد کرتا ہوں۔ کہ میں بھی ان لوگوں میں سے ہوں۔ جنہوں نے سب سے پہلے پتھر مارنے میں اقدام کیا تھا اور میں حیران ہوں۔ کہ وہ کس طرح

پتھروں کی بارش کے باوجود

دعائیں دیتے رہے۔ تعجب ہے کہ کروڑوں انسان اس چھ گھنٹہ کی صلیب کی یاد کو تازہ رکھنے کے لئے مختلف طریق سے کام لیتے ہیں۔ ان میں سے بہت سے اپنی گردن میں صلیب لٹکائے

رکھتے ہیں۔ مگر اس سے زیادہ

شاندار قربانیوں کی زیادہ مثالیں

تمہارے اندر موجود ہیں۔ اور تمہیں انہیں زندہ رکھنے کا خیال نہیں آتا۔ میں نہیں سمجھتا

ہمارے نوجوانوں کے دل

پتھروں سے بھی زیادہ سخت ہو گئے ہیں کہ وہ اپنے بزرگوں کے کارناموں اور ان کی دین کے لئے قربانیوں کی یاد تازہ رکھنا نہیں چاہتے۔ دوسری اقوام کی مثالوں پر تو عرصہ گذر گیا۔ لیکن ہماری جماعت کے لوگوں کی مثالیں ابھی تازہ ہیں۔

بیت الدعا

جس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام دعا فرمایا کرتے تھے۔ مولوی عبد الکریم صاحب رضی اللہ عنہ نے خواہش کر کے اس کے اوپر ایک کمرہ بنوایا تھا۔ چونکہ چھت چھوٹی تھی۔ نیچے کی اوپر آواز سنائی دے سکتی تھی۔ مولوی صاحب مرحوم سناتے کہ ایک دن ایسی آواز نیچے سے آرہی تھی۔ جیسے کوئی عورت دردِ زہ سے بیتاب ہو۔ وہ طاعون کے ایام تھے۔ اور سخت طاعون پھیلی ہوئی تھی اور علاقوں کے علاقے صاف کر رہی تھی۔ میں نے اس

کرب و تکلیف کی آواز

کو جو سنا تو معلوم ہوا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام دعا کر رہے ہیں جس کا مطلب یہ تھا۔ کہ الٰہی اگر طاعون اسی طرح تباہی پھیلاتی رہی۔ تو تجھ پر ایمان کون لائیگا ہمارے لوگوں کو

پروپیگنڈا کا صحیح طریق

نہیں آتا۔ ورنہ جتنی قربانیاں اور جس شان کی قربانیاں ہمارے لوگوں نے کی ہیں۔ ان کی مثالیں بہت کم ملتی ہیں اور قربانی کے صحیح طریق کو اگر دیکھا جائے۔ تو ہمارا سلسلہ پہلے سلسلوں سے سینکڑوں گُن زیادہ قربانیاں پیش کر سکتا ہے مگر ہم میں

یادگار قائم رکھنے کی عادت

نہیں۔ یا پھر شاید اس لئے کہ بہت سی مثالیں ہیں۔ اس لئے ان کی طرف توجہ نہیں۔ جس شخص کے پاس ایک روپیہ ہو۔ وہ اسے سنبھال سنبھال کر رکھتا ہے لیکن جس کے پاس ہزاروں ہوں۔ وہ زیادہ پرواہ نہیں کرتا دوسروں کی قربانیاں معمولی اور تھوڑی ہیں۔ اس لئے وہ یاد رکھتی ہیں۔ اور ہماری چونکہ ہزاروں ہیں۔ اس لئے ہم قدر نہیں کرتے۔ کئی لوگ دوسروں کی قربانیوں کو یاد کر کے خیال کرتے ہیں کہ وہ کیسے اچھے لوگ تھے۔ کاش ہم بھی ویسے ہوتے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ ویسے ہی نہیں بلکہ ان سے زیادہ ہم میں موجود ہیں۔ مگر انہیں

قدر دانی کی نگاہ

سے نہیں دیکھا گیا۔ روحانی بینائی سے انہیں نہیں جانچا گیا بلکہ دنیا داری کی آنکھ سے دیکھا گیا ہے۔ وہ نور جو روحانی مدارج کو دیکھنے کے لئے درکار ہے۔ اس سے نہیں دیکھا گیا۔ اس لئے وہ نظروں سے اوجھل ہیں۔

افسوس ہے آج میں جلد نہ آسکا۔ ورنہ میرا ارادہ تھا کہ

نوجوانوں کے سامنے ایک پروگرام

رکھتا۔ جس سے وہ اپنی ذمہ داری کو محسوس کر سکتے اور اپنے کام کی طرف متوجہ ہو سکتے۔

میں پہلے بڑوں کو مخاطب کرتا رہا ہوں۔ لیکن اس کا خاطر خواہ فائدہ نہیں ہوا۔ میں نے انصار اللہ کی تحریک جاری کی تھی۔ لیکن میں نے دیکھا۔ کہ کام کرنے والے ہفتہ کے دوران میں کچھ کام نہیں کرتے تھے۔ اور زیادہ سے زیادہ وہ اس جلسہ میں شامل ہو جاتے تھے۔ جس میں میں نے تقریر کرنی ہوتی تھی۔ جب میں نے دیکھا۔ کہ ایسی توجہ اس کی طرف نہیں۔ جس سے خاص فائدہ ہو سکے۔ تو اسے بند کر دیا لیکن میں یہ ضرور سمجھتا ہوں۔ کہ کوئی وجہ نہیں۔ اگر ہمارے بچوں اور نوجوانوں کو

صحیح طریق پر مخاطب

کیا جائے اور ان کی خفیہ قوتوں کو بیدار کیا جائے۔ تو مفید نتائج پیدا نہ ہوں۔

میرا منشاء ہے کہ

نئی سکیم

جو ۲۵ سال کی عمر تک کے نوجوانوں کو بطور والنٹیر بھرتی کرنے کے متعلق ہے۔ اسے اس رنگ میں منظم کیا جائے۔ کہ نوجوانوں کے دلوں میں روحانیت کے ساتھ ساتھ

سلسلہ کی عظمت اور وقار

بھی قائم ہو سکے۔ اور مجھے امید ہے کہ ہمارے یہاں کے بھی اور باہر کے بھی نوجوان ہر وقت ترقی کرنے کے لئے تیار ہیں اور ان کے سینوں میں

جوش اور ولولہ کی آگ

بھڑک رہی ہے۔ اگرچہ سستی اور غفلت کے باعث اس سے خاطر خواہ فائدہ نہیں اٹھایا جاتا۔

احباب جماعت کو چاہیئے۔ کہ یہ خطبہ اور اسی سلسلہ میں جو اور خطبے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمائیں۔ وہ خصوصیت سے نوجوانوں کو سنائے اور پڑھائے جائیں۔

الفضل کی اشاعت بڑھائی جائے

عنوان مندرجہ بالا کے متعلق میں مفصل کئی بار عرض کر چکا ہوں۔ یکم جون سے ۷ جولائی تک جن اصحاب نے خریدار دئے ہیں یا از خود خریدار ہوئے ہیں وہ درج ذیل ہیں یہ رفتار ایسی امید افزا نہیں جس سے الفضل کے خریدار ۱۵۰۰ زائد مل سکیں۔ بلکہ جب دیکھا جاتا ہے کہ وی پی بھیجنے کے بعد کئی خریدار کم ہو جاتے ہیں تو اس ترقی کا صرف یہی نتیجہ نکل سکتا ہے۔ کہ خریداروں کی تعداد وہی رہے جو کئی سال سے چلی آتی ہے اور جس کی نسبت حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جلسہ سالانہ پر توجہ دلائی تھی۔ کہ الفضل کے خریدار باوجود جماعت کی روز افزوں ترقی کے ایک جگہ پر کھڑے ہیں۔ حسنا الصواۃ یومین فھو مغبون کے مطابق ہم گھاٹے میں ہیں اس لئے احباب کو ہمت و توجہ تام سے کام لینا چاہئے۔ فہرست درج ذیل ہے۔

(۱) مولوی عبد الواحد صاحب گیانی واحد حسین صاحب	۲	خریدار
(۲) مہاشہ محمد عمر صاحب جالندہر	۱	〃
(۳) مولوی عطا محمد صاحب کلرک دعوۃ وتبلیغ	۱	〃
(۴) شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر نور	۱	〃
(۵) چوہدری نواب علی صاحب کوہالہ	۱	〃
(۶) مولوی علی محمد صاحب اجمیری	۱	〃
(۷) فتح محمد صاحب جنرل سکرٹری حسن پور	۱	〃
(۸) شیخ فضل حق صاحب گورداسپور	۱	〃
(۹) مرزا عبد الحمید صاحب کلرک ریویو قادیان	۱	〃
(۱۰) مستری فضل الدین صاحب قادیان	۱	〃
(۱۱) مولوی ظہور الحسن صاحب میرپور	۴	〃
(۱۲) مولوی عبد الرحمٰن صاحب پوتالوی	۲	〃
(۱۳) جناب حق نواز خاں صاحب قادیان	۱	〃
(۱۴) جناب احمد الدین صاحب سوپرنٹنڈنٹ حال وارد قادیان	۱	〃
(۱۵) از خود	۳۳	〃

کل میزان = ۵۲ خریدار

جزاھم اللہ خیرالجزاء — مینیجر الفضل

فضیلتِ اسلام

خدا کی عبادت کیوں کرنی چاہیئے

خدا کی ہستی پر اعتقاد کا تقاضا

ہم میں سے ہر وہ انسان جو خدا کی ہستی کا قائل ہے۔ دل سے اس بات کا یقین رکھتا ہے۔ کہ خدا ہی وہ غیر محدود ہستی ہے۔ جو دنیا کے ذرہ ذرہ کو عالم وجود میں لانے کا حقیقی باعث ہے۔ اس کے نزدیک حیوان و انسان پرند و چرند۔ دریا و پہاڑ چاند۔ سورج اور ستارے غرضیکہ ہر چیز اسی لاشریک ہستی کے دستِ قدرت کی رہینِ منت ہے۔ ہماری زندگی اور ہماری موت ہماری خوشی اور ہمارا رنج۔ ہماری راحت اور ہمارا آرام سب اسی کے قبضۂ تقدیر میں ہے۔ وہی ہمارے اعمال کے نتائج عطاء کرنے والا اور ہمارے حوائج و ضروریات کو پورا کرنے والا ہے وہی ہمارے ذرہ ذرہ کا خالق۔ اور ہمیں پیدا کر کے ہمارے لئے سامانِ معیشت بہم پہنچاتا ہے۔ ہمارے کھانے کے لئے سبزیاں ہمارے پینے کے لئے پانی۔ سانس لینے کے لئے ہوا اور دیکھنے کے لئے روشنی پیدا کرتا ہے۔ وہ اپنی حکمتِ کاملہ کے ساتھ ہماری ضروریات کا قبل از وقت جائزہ لے کر بعینہٖ ان کے مطابق سامان پیدا کرتا ہے۔ پھر ہماری جسمانی ضروریات کے علاوہ روحانی حوائج کو پورا کرنے کا انتظام بھی اسی قادرِ مطلق اور حکیم و خبیر ہستی نے اپنے ذمہ لیا ہے۔

پس تقاضائے فطرتِ انسانی یہی ہے۔ کہ ایسی سراپا شفقت و احسان ہستی کے پے بہ پے احسانات اور متواتر انعامات کے نتیجہ میں اس کے آگے سر بسجود ہو جائے۔ اس کی بے انتہا طاقتوں اور غیر محدود حکمتوں کے آگے سرِ تسلیم خم کیا جائے۔ اور اس کی قدرتِ کاملہ کے ساتھ ساتھ اس کی رحمتِ بے پایاں سے اپنی محدود کوششوں اور نامکمل ارادوں کے نتائج حاصل کرنے کی التجا اور اپنی لغزشوں کے لئے عفو کی درخواست کی جائے اور قلبِ انسانی کو اس نور السمٰوٰت والارض خدا کی جمالی مگر دلآرا تجلی کا جائے ہبوط بنانے کے لئے انتہائی تذلل و انکسار اختیار کیا جائے۔

پس جس صورت میں ہم نے خدا تعالیٰ کو تمام جہان کا پیدا کرنے والا تسلیم کر لیا۔ تو اس کے بعد یہ سوال خود بخود حل ہو جاتا ہے۔ کہ اس کی عبادت کیوں کی جائے۔ لیکن قرآن مجید نے اس سوال کو حل کیا ہے۔ اور لطیف پیرایہ میں اس کی تفصیلات کو بیان کیا ہے۔ فرمایا یا ایھا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم لعلکم تتقون۔ الذی جعل لکم الارض فراشاً والسماء بناءً وانزل من السماء ماءً فاخرج بہ من الثمرات رزقاً لکم فلا تجعلوا للہ انداداً وانتم تعلمون" (بقرہ ۳۰۳) اے انسانو! تم اپنے رب کی عبادت کرو۔ وہ رب جس نے تم کو اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا۔ اس کی عبادت کرو گے۔ تو تم کو تقویٰ حاصل ہو جائے گا۔ تم اس خدا کی عبادت کرو جس نے تمہارے لئے زمین کو جائے قرار بنایا۔ اور تمہارے سر کے اوپر آسمانی چھت بنائی پھر بادلوں میں سے پانی برسا کر زمین سے تمہارے کھانے کے لئے پھل اور سبزیاں پیدا کیں۔

عبادتِ الٰہی کی غرض

اس آیت میں خدا تعالےٰ نے عبادتِ الٰہی کی نہایت مفصل اور شرح غرض و غایت بیان کی ہے۔ فرمایا۔ خدا کی عبادت اس لئے کرنی چاہیئے۔ کہ وہ ہمارا پیدا کرنے والا ہے۔ پھر نہ صرف یہ کہ وہ ہمیں پیدا کرنے والا ہے۔ بلکہ محسن بھی ہے۔ وہ ہمیں پیدا کر کے یونہی چھوڑ نہیں دیتا۔ بلکہ ہماری زندگی کو قائم رکھنے کے لئے ہر قسم کے ضروری سامان بغیر ہمارے مانگنے کے مہیا کر دیتا ہے۔ پس وہی قابلِ عبادت اور لائق پرستش ہے۔

عبادتِ الٰہی کے نتائج

پھر نہ صرف یہ کہ اس آیت میں عبادتِ الٰہی کا سبب بیان کیا ہے۔ بلکہ اس کے شاندار نتائج کی طرف بھی توجہ دلا دی ہے۔ فرمایا۔ کہ تم خدا کی عبادت کرو گے۔ تو تمہیں تقویٰ حاصل ہو جائیگا اور تم متقی انسان بن جاؤ گے۔ عبادتِ الٰہی تم کو ایک طرف حقوقِ خداوندی اور دوسری طرف حقوقِ انسانی کا ادا کرنے والا بنا دے گی۔ چنانچہ ایک دوسرے مقام پر متقی کی تعریف ان الفاظ میں بیان کی۔ ھدیً للمتقین الذین یؤمنون بالغیب ویقیمون الصلوٰۃ ومما رزقنٰھم ینفقون الخ کہ متقی وہ ہے۔ جو اللہ تعالےٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاتا ہے اور نماز پڑھتا ہے۔ (یعنے اللہ تعالےٰ کے حق کو ادا کرتا ہے۔) اور خدا کے دیئے ہوئے مال میں سے خرچ کرتا ہے۔ یعنی انسانوں کے حقوق بھی ادا کرتا ہے غرضیکہ عبادتِ الٰہی انسان کو جادۂ استقامت پر چلا کر منزلِ مقصود تک لے جاتی ہے۔ قرآن مجید نے اسی مضمون کو ایک دوسری جگہ اس طور پر بیان فرمایا ہے۔ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون۔ کہ ہم نے تم کو اس لئے پیدا کیا ہے تاتم ہماری عبادت کرو۔ کیونکہ ہمارا تم کو پیدا کرنا۔ ہماری عبادت کے حق کو تم پر فرض کر دیتا ہے۔ اب سوال یہ ہے۔ کہ عبادت کیا چیز ہے

عبادت کے معنے

سو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ عبادت کے معنے "کامل اطاعت" کامل پیروی اور پورے طور پر نقش قبول کرنے کے ہیں۔ اسلام کہتا ہے۔ کہ خدا نے تم کو محض اس لئے پیدا کیا ہے۔ تا تم اس کی صفات کو اپنے اندر جذب کرو۔ اور اسی کے رنگ میں اپنے آپ کو رنگین کرنے کی کوشش کرو۔ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کی تفسیر میں فرمایا۔ تخلقوا باخلاق اللہ صفاتِ الٰہیہ کا تتبع کرو۔ خدا تعالیٰ رحمٰن ہے۔ اور بے مانگے انسان پر احسان کرتا ہے۔ تم بھی اسی طرح انسانوں کے ساتھ احسان کا سلوک کرو۔ وہ ربّ ہے۔ اور اپنی پیدا کردہ مخلوق کی پرورش کرتا ہے اسی طرح تم بھی اپنی اولاد کی پرورش کرو۔ اور جسطرح اس کا فیض عام ہے۔ اسی طرح تم بھی اپنے دائرۂ ربوبیت کو وسیع کرو۔ وہ علیم ہے۔ تم بھی علم حاصل کرو۔ وہ صادق الوعد ہے۔ تم بھی اپنے وعدوں کے سچے بنو۔ وہ رازق ہے۔ تم بھی غریبوں کی امداد کرو۔ اور ان کو نان شبینہ سے محروم نہ رکھو۔ وہ غفور ہے۔ تم بھی اپنے قصور وار اور ماتحتوں کے قصوروں کو معاف کرو۔ تاکہ وہ اپنے اندر اصلاح پیدا کریں۔ وہ حکیم ہے۔ تم بھی عقلمند بنو۔ اور اپنے تجربہ اور علم کو وسیع کرو۔ وہ صبور ہے۔ پس تم بھی صبر کرنے والے بنو۔

غرضیکہ لفظ عبادت میں ہر قسم کے اخلاقِ فاضلہ اور ہر نوع کی نیکیاں داخل ہیں۔ خدا کی صفات گویا ہمارے لئے نمونہ ہیں جن کے مطابق ہم نے اپنی زندگی کو بنانا ہے۔

عبادت کیا ہے؟

اسلام کہتا ہے۔ کہ حقیقی عبادت صرف اسی صورت میں ہو سکتی ہے۔ جب انسان کو خدا تعالےٰ کی صفات کا علم ہو۔ اور وہ علم بجز خدا تعالےٰ کے کلام اور کام کا مطالعہ کرنے کے حاصل نہیں ہو سکتا۔ اسی وجہ سے خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ ویتفکرون فی خلق السمٰوٰت والارض ربنا ما خلقت ھذا باطلا۔ کہ خدا تعالےٰ کے عابد اور مومن بندے کی علامت یہ ہے۔ کہ وہ صحیفۂ قدرت کی ورق گردانی کرتا ہے۔ وہ زمین اور آسمان کی تمام کائنات کا بغور مطالعہ کرتا ہے۔ تو یکدم پکار اٹھتا ہے۔ کہ اے خدا تو نے ان چیزوں کو بے فائدہ پیدا نہیں کیا۔ غرضیکہ عبادت محض نماز پڑھنے کا نام نہیں۔ (گو وہ بھی عبادت کرنے کا ایک اہم جزو ہے) بلکہ ہر وہ کام جو خدا تعالےٰ کی صفات کے مطابق ہو۔ وہ عبادت میں داخل ہے۔ کیونکہ اس کے کرنے میں انسان اپنے خدا ہی کی پیروی اور اتباع کر رہا ہوتا ہے۔

پھر یہ بات فطرتِ انسانی میں داخل ہے۔ کہ حسن انسانی روح کو اپنی طرف جذب کرتا ہے۔ کیا ایک خوبصورت پھول کو دیکھ کر انسانی دل اس کی طرف بے اختیار کھنچا نہیں جاتا؟ مناظرِ قدرت اور نیچر کی نیرنگیاں حیاتِ انسانی کے مادی حصہ کی اساس ہیں۔ پس کسطرح ممکن ہے۔ کہ انسانی دل اس نورِ حقیقی اور منبعِ حسن و جمال ہستی کے وصال کی تڑپ میں بے قرار نہ ہو جائے۔ اور اس کے حصول کو اپنی زندگی کا نصب العین قرار نہ دے۔ بدقسمت ہے وہ انسان جو دنیا کے حسنِ فانی کا گرویدہ ہے۔ مگر اس منبعِ حسن و جمال اور زمین و آسمان

اخبار الفضل قادیان دارالامان ۔ مورخہ ۱۴ جولائی ۱۹۳۲ء

کے نور سے بے خبر ہے۔ کس قدر نادان ہے۔ وہ انسان جو سورج کے ہوتے ہوئے چراغ کی روشنی سے مستفید ہونا چاہتا ہے۔ اور ایک پائی کے لئے ایک بے بہا خزانہ کو چھوڑتا ہے ؎

انسان کی پیدائش کی غرض

اسلام کہتا ہے۔ کہ تم ذرا انتظام عالم پر نظر ڈالو۔ تمہیں معلوم ہوگا کہ اس کا ذرہ ذرہ ناپائیدار اور فانی ہے۔ اگر تمہاری پیدائش کی غرض دنیا میں مال و متاع جمع کرنا ہوتا۔ تو لاکھوں اور کروڑوں بادشاہ اور امراء ہر دفعہ اپنے جمع کردہ خزانے اپنے ساتھ لے جاتے۔ یا ان کا انجام کسی ایسے طریق پر ہوتا۔ جو غرباء سے بالا ارفع اور اعلیٰ ہوتا اور اگر انسانی زندگی کی غرض کھاؤ پیو اور خوش رہو ہوتی۔ تو یقیناً انسان اس راحت و آرام کو ابدی اور لازوال بنا سکتا۔ اور اس کے نتیجہ میں کوئی ایسا امتیازی نشان چھوڑ جاتا۔ جو اس کو اس کے غیروں سے بالاثابت کرتا۔ مگر ہمارا مشاہدہ اس کے برعکس ہے۔ قطعی طور پر بعید از عقل ہے۔ کہ اس قدر بڑا انتظام اور اتنا بڑا سلسلہ اسباب خدا نے محض ایک کھیل کے طور پر پیدا کیا ہو۔ آخر وہ کونسی ضرورت تھی۔ جسکو پورا کرنے کے لئے خدا تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا؟ سو وہ یہی عبادتِ الٰہی کی اعلیٰ اور ارفع غرض ہے جس کے لئے خدا تعالیٰ کائنات عالم کو معرض عدم سے منصۂ شہود میں لاتا ہے ؎

موت کو وصال الٰہی سمجھنے والے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا خوب فرمایا ہے:-

تیرے بن اے میری جاں یہ زندگی کیا خاک ہے ایسے جینے سے تو بہتر مر کے ہو جانا غبار
عشق ہے جس سے ہوں طے یہ سارے جنگل پُر خطر عشق ہے جو سر جھکا دے زیر تیغ آبدار
[illegible]

غرضیکہ مال و متاع حاصل کرنیوالے اور نہ کھاؤ پیو اور مزے اڑاؤ کے اصل پر عمل کرنے والے اس دنیا سے مطمئن جاتے ہیں۔ ہاں وہ لوگ جنکا رشتہ محبت خدا تعالیٰ سے استوار ہوتا ہے۔ وہ موت کو وصال الٰہی کے لئے ایک ذریعہ سمجھتے ہیں۔ وہ اپنے کام سے مطمئن منزل مقصود کی طرف خنداں و فرحاں قدم بڑھاتے چلے جاتے ہیں۔ پس یہی عابد کا امتیازی نشان ہے۔

مختصر یہ کہ اسلام کے نزدیک خدا تعالیٰ کی عبادت اس لئے کرنی چاہئے کہ وہ ہمارا خالق اور ہم پر پے بہ پے احسانات کی بارشیں برساتا ہے اس لئے وہی مستحق عبادت اور سزاوار حمد و ثنا ہے۔ اسکی عبادت کرنیکا فائدہ یہ ہے۔ کہ انسان حقوق اللہ اور حقوق العباد کو ادا کرکے اپنی منزل مقصود تک پہنچ جاتا ہے۔ وہ جمالِ حقیقی اور حسنِ دلآرا کا منبع ہے۔ اس لئے انسانی روح خود بخود اس کی طرف کھینچی چلی جاتی ہے چشمۂ خورشید میں موجیں تری مشہود ہیں ہر ستارے میں تماشہ ہے تری چمکار کا اور یہ وہ حقیقت ہے۔ جو اسلام کے سوا اس تفصیل اور خوبصورتی کے ساتھ اور کسی مذہب نے بیان نہیں کی ؎

خاکسار :- عبدالرحمٰن خادم بی۔ اے

سلاطین تیموریہ ایرانی تھے یا مغل

عام طور سے تو یہی مشہور ہے۔ کہ سلاطین تیموریہ جنہوں نے سو سال سے زیادہ ایران میں اور اڑھائی سو سال سے زیادہ ہندوستان میں حکومت کی مغل تھے۔ اور اسی لئے ان کی سلطنت کو بعض اوقات سلطنت مغلیہ کہا جاتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ یہ سلاطین مغل نہ تھے۔ بلکہ ایرانی اور فارسی الاصل تھے۔

تیمور از روئے نسب کون تھا؟

اس حقیقت کو سمجھنے کے لئے سب سے اول ہمیں یہ دیکھنا ہوگا۔ کہ تیمور کون تھا۔ آیا تاتاری تھا۔ یا کسی اور نسل سے؟ تیمور کے نسب کے متعلق بہت سے لوگوں نے دھوکا کھایا ہے۔ بعض نے یہاں تک کہدیا کہ تیمور چنگیزی مغل تھا۔ تاریخی ناواقفیت نے ان کو کہاں سے کہاں تک پہنچا دیا۔ تاریخ سے صرف اتنا پتہ چلتا ہے۔ کہ تیمور کا دادا چغتائی خان پسر چنگیز خان کا وزیر تھا اور یہ بات بھی ثابت ہے۔ کہ تیموری خاندان کے بعض افراد نے چنگیزی مغلوں میں شادی کی تھی۔ لیکن اتنی بات سے یہ کیونکر ثابت ہوا۔ کہ وہ چنگیزی مغلوں کی اولاد سے تھا۔ سوال کیا جا سکتا ہے کہ پھر یہ خیال کہاں سے پیدا ہوا اور کیوں تیموریوں کو مغل کہنے لگے اس کا جواب یہ ہے۔ کہ جب کسی قوم کے اقبال کے دن ہوتے ہیں۔ اور اس میں بادشاہی آجاتی ہے۔ تو پھر اس کی اصلیت کو کوئی نہیں دیکھتا۔ نادر شاہ ایک ادنیٰ خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ اور عوام میں نادر قلی کے نام سے مشہور تھا۔ لیکن بادشاہ ہوکر نادر شاہ بنا۔ اور جب دلی والوں نے خطبہ نکاح کے جواب میں اس کے نسب کے متعلق سوال کیا۔ تو اس نے جواب دیا۔ کہ لڑکی والوں سے کہدو۔ کہ نادر شاہ پسر شمشیر پسر شمشیر پسر شمشیر اسی طرح ستر پشتوں تک شمار کرتے جاؤ۔

مغلوں نے کسطرح ترقی کی

مغل ایک قوم تھی۔ جو کسی شائستہ تمدن و تہذیب کی مالک نہ تھی زالنے جو دبنۃ العالمین ہے۔ اس قوم پر فضل کیا۔ اور عصمت مآب حضرت آنقوا کے بطن سے چنگیز خاں جیسا عالی مرتبت اور پر شکوہ فرزند پیدا ہوا۔ اس کے اقبال کا ستارہ ایسا درخشاں ہوا۔ کہ تھوڑے ہی عرصے میں اس قوم نے چنگیز خاں کی سرکردگی میں ایشیاء اور یورپ کی بڑی بڑی سلطنتوں کی بنیادیں ہلا دیں۔ توران۔ ایران۔ افغانستان روس وغیرہ ممالک یکے بعد دیگرے مغلوب کرلئے۔ اس کے مرنے پر اس کی وسیع سلطنت پر اس کے بیٹے حکمران ہوئے۔ کچھ مدت کے بعد اس کے پوتے ہلاکو خاں نے بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ اور لاکھوں مسلمان قتل ہوئے چونکہ تیمور کے دادا کو چغتائی خاں پسر چنگیز خان حاکم توران و ماوراء النہر کے دربار میں بہت کچھ رسوخ حاصل تھا۔ اور مغلوں کی قوم ہی سے مناکحت کے تعلقات بھی تھے۔ لہذا آنے والی نسلوں نے غلطی سے تیمور کو چنگیز خان یا چغتائی خاں کی اولاد سمجھ لیا۔ حالانکہ یہ بات اصلیت کے کوسوں دور ہے تیمور کے آباؤ اجداد اصل میں فارس کے باشندے تھے۔ مغلوں کے حملوں کی وجہ سے اور ملکوں کیطرح ایران میں بھی ایک انقلاب عظیم برپا ہوا۔ سینکڑوں قدیم خاندان تباہ ہو گئے۔ اور بیسیوں خاندان اجڑ کر دوسرے ممالک میں پناہ گزیں ہوئے۔ تیمور کے آباؤ اجداد فارس سے اٹھ کر توران میں آگئے۔ قسمت نے یاوری کی۔ تیمور کے دادا کو بوجہ لیاقت علمی اور شرافت نسبی کے چغتائی خاں کے دربار میں اعلیٰ منصب ملا۔ اور پھر ترقی کرتے کرتے وہ عہدہ وزارت پر فائز ہوگیا۔ تیمور کو اس وقت کے مغل حکمران نے شہر کش کا حاکم مقرر کر دیا۔ (بعضوں نے کش کا نام شہر سبز لکھا ہے۔) چنگیز خاں کی اولاد روز بروز کمزور ہوتی جا رہی تھی۔ تیمور نے موقع کو غنیمت جان کر توران کی ریاستوں کو یکے بعد دیگرے فتح کرنا شروع کیا۔ اور جب سارا توران اس کے قبضے میں آگیا۔ تو اس نے اولوالعزمی سے کام لے کر چنگیز خاں کی تقلید میں تمام ایشیائی ممالک کی فتح پر کمر باندھی۔ اور آخر کار اس ارادے میں کامیاب ہوا۔

تیموریوں کے فارسی الاصل ہونے پر علمی دلائل

اب میں وہ علمی دلائل پیش کرتا ہوں۔ جن سے تیمور اور اس کی ذریت کا فارسی الاصل ہونا اظہر من الشمس ہے۔

(۱) تیمور اور اس کے چچا حاجی برلاس کی اولاد قدیم الایام سے مرزا کے لقب سے ملقب رہی ہے۔ اور مرزا لابدی طور سے فارسی ناموں کا جزو ہے۔ اور بجز فارسیوں یا ایرانیوں کے اور کسی قوم نے اپنے لئے مرزا کا لقب اختیار نہیں کیا۔ ہندوستان میں جو اکثر مغل مرزا کہلاتے ہیں۔ اس کی دو وجوہات ہیں:۔

(۱) چونکہ سلاطین تیموریہ اور ان کے خاندان کے اکثر افراد مرزا کہلاتے تھے۔ اس لئے مرزا کہلانا ایک فیشن ہوگیا۔ خصوصاً مغل جو صدیوں سے تیموری خاندان کے ساتھ شادی بیاہ کا تعلق رکھتے تھے۔ انہوں نے مرزا کے لقب میں اپنی عزت دیکھی۔ اور اسے فخریہ طور پر اپنے ناموں کا جزو بنا لیا۔

(۲) تیموری بادشاہوں نے بعض خاندانوں کو خود مرزا کا لقب عطا کیا۔ چنانچہ مغلوں کے علاوہ اور قوموں کے بعض افراد نے بھی یہی خطاب پایا۔ مثال کے طور پر راجوری (واقعہ کشمیر) کا خاندان پیش کیا جا سکتا ہے چونکہ شہنشاہ اورنگزیب کی شادی اس خاندان کی ایک خاتون کے ساتھ ہوئی تھی۔ اور بہادر شاہ عرف شاہ عالم اول اسی کے بطن سے تھا۔ لہذا اس خاندان کے تمام افراد آج تک مرزا کہلاتے ہیں اسی طرح شہنشاہ اورنگ زیب کے عہد میں مہاراجہ جے سنگھ والئے جے پور کو میرزا راجہ کا خطاب عطا ہوا تھا۔ حالانکہ وہ ہندو تھا ؎

پس جبکہ راجپوت اپنے تئیں مرزا کہلا سکتے تھے۔ تو مغلوں کو مرزا کہلانا بہت زیادہ آسان تھا۔ کیونکہ ان کے تعلقات تیموری خاندان کے ساتھ کئی صدیوں سے چلے آتے تھے ؎

مغلوں کا اصل لقب خان تھا۔ جیسے چینتائی خاں۔ ہلاکو خان ارغون خان وغیرہ وغیرہ۔ لیکن ہندوستان میں مغلوں نے بلا استثنا فیشن کے طور پر اپنے تئیں مرزا کہلانا پسند کیا۔ اور یہ سکہ ان کا چل گیا۔ ورنہ اصل میں تو اس لقب کے مستحق تیموری اور برلاس ہی تھے۔

اول ایرانی مغلوں میں جذب ہوتے چلے گئے۔ پھر جب مغلوں کا زور گھٹ گیا۔ اور ایرانیوں یعنی تیموریوں کا غلبہ ہوا۔ تو مغلوں نے اپنے تئیں تیموریوں میں جذب کرنے کی کوشش کی۔ آخر کار دونوں قومیں آپس میں ایسی گھل مل گئیں۔ کہ سطحی نظر ان میں تمیز نہیں کر سکتی۔ ہندو قوم نے تب مسلمانوں کو ترکوں کا خطاب دیا۔ کیونکہ وہ ان باریکیوں کو سمجھ نہ سکتی تھی۔ چنانچہ سکھوں کے گرنتھ میں بھی مسلمانوں کو ترک ہی کہا گیا ہے گورو گوبند سنگھ نے خالصہ قوم کو وصیت کی۔ کہ ترک کا اعتبار نہ کرنا۔

(۳) سلاطین تیموریہ کو قدرت نے ایک خاص علمی دماغ بخشا تھا۔ اور اس قسم کی دماغی طاقتیں اور قوتیں بجز آریہ نسل کے کسی اور قوم میں نہیں پائے گئے۔ توزک تیموری توزک بابری۔ توزک جہانگیری۔ رقعات عالمگیری اور داراشکوہ کی علمی تصانیف اس پر شاہد ہیں۔ علاوہ ازیں اس خاندان کے جملہ افراد از قسم ذکور و اناث نے سخن فہمی اور سخنوری کے لطیف جوہر کو وراثت میں پایا تھا۔ یہ امر بالبداہت اس بات کا ثبوت ہے۔ کہ یہ خاندان فارسی الاصل تھا۔ نہ کہ مغل۔ کیونکہ مغل قوم فطری طور سے کند ذہن واقع ہوئی تھی۔ اس قوم نے کوئی بڑا سخن ور ادیب پیدا نہیں کیا۔ جو اس کیلئے سرمایہ ناز ہو سکے۔ بلکہ انتظام سلطنت اور سیاست مدن کے لئے بھی وہ ایرانیوں اور فارسیوں کے محتاج تھے۔ یہی وجہ تھی۔ کہ تیمور کے دادا کو چغتائی خاں نے وزارت کے عہدے پر سرفراز کیا تھا۔ اگر تیمور کے آباؤ اجداد علمی قابلیت اور ذہانت اور معاملہ فہمی کے جوہر سے بہرہ ور نہ ہوتے۔ تو مغلوں کے دربار میں اعلیٰ عہدوں پر کبھی متمکن نہ ہوتے۔

(۴) تیموریوں کے مغل نہ ہونے کا ایک زبردست ثبوت یہ بھی ہے۔ کہ انہوں نے کبھی اپنے تئیں مغل یا تاتاری نہیں کہا۔ اور نہ کسی توزک میں اس کا تذکرہ پایا جاتا ہے۔

(۵) اکبر کا راجپوتوں کے ساتھ نیک سلوک اور راجپوت شہزادیوں کے ساتھ نکاح کرنا اس فطری مناسبت کو ثابت کرتا ہے۔ جو از روئے نسب تیموریوں کو راجپوتوں کے ساتھ تھی۔

(۶) بعض انگریزی مورخوں نے بابر کو بجائے مغل کے ترک لکھا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ سلطنت مغلیہ ہند کو سلطنت ترکیہ کہنا زیادہ موزوں ہے۔ مگر ہندوستان میں یہ دستور ہو گیا تھا۔ کہ جو قومیں ماوراء النہر یعنی توران سے آکر ہندوستان پر حملہ آور ہوتی تھیں۔ ہندوستانی ان کو مغل کہہ کر پکارتے تھے۔ چونکہ بابر توران کی ریاست فرغانہ سے ہند میں آیا تھا اسلئے ہندوستان میں بابر کی اولاد مغل مشہور ہو گئی۔"

میں کہتا ہوں۔ کہ ترک بھی اصل میں آریہ ہیں۔ جب ایران کے آریوں کی شادیاں مغلوں کے ساتھ ہو گئیں تو ایک نئی قوم پیدا ہو گئی۔ جو ترک کہلائی۔ اس لئے اگر تیمور یا بابر کو ترک ہی سمجھا جائے۔ تب بھی اس کا آریہ نسل سے ہونا ثابت ہو گیا۔ اور یہی مقصود تھا۔ نسب باپ کی طرف سے منسوب ہوتا ہے نہ کہ دادیوں اور نانیوں کی طرف سے۔

خاکسار:- نعمت اللہ خاں گوہر بی۔ اے مصنف تحفۂ ہند فلوریب

جموں و کشمیر کے حالات

ہندوؤں کی ناجائز کوششیں

چونی لعل اور بھورام ہیڈ کنسٹیبلان ریاست جموں نے علاقہ سماہنی تحصیل بھمبر میں جو ظلم و ستم روا رکھے ان کے بیان کرنے سے قلم قاصر ہے ان ہر دو کے برخلاف متعدد مقدمات تشدد زنا بالجبر وغیرہ وغیرہ کے عدالت نوشہرہ میں زیر تحقیقات ہیں۔ ان مقدمات کی پیروی سردار لگوان سنگھ صاحب وکیل مشہور مہاسبھائی جن کا نام جموں فساد کے مقدمات میں کئی دفعہ آیا ہے پیروی کر رہے ہیں معلوم ہوا ہے آریہ سماج لاہور نے ان ہر دو ملزموں کے مقدمات کی پیروی کے لئے مبلغ پانصد روپیہ ادا کیا ہے کئی ایک مقدمات میں ان ہر دو پر فرد جرم لگ چکا ہے۔ ہندو ان کے بچانے کی خاطر سرگرم عمل ہیں۔ ایک سرکاری افسر کے متعلق معلوم ہوا ہے۔ کہ اس نے علاقہ سماہنی کے مسلمان ذیلداروں کو بلا کر فہمائش کی ہے کہ وہ ان ہر دو کے حق میں بطور گواہ شہادت صفائی پیش ہوں۔ ان کو دھمکی دی گئی ہے۔ کہ اگر وہ ایسا نہ کریں گے۔ تو ان کے خلاف مقدمات بنائے جائینگے۔ یہ حالت تو سرکاری ملازموں کی ہے (زمانہ)

بھمبر ہائی سکول میں مسلمان طلباء کا داخلہ بند

تحصیل بھمبر ایک ایسی تحصیل ہے۔ جس میں مسلمان بکثرت موجود ہیں۔ اور پیشہ کے لحاظ سے زمیندار اور جاگیردار ہیں۔ یہ وہ تحصیل ہے جس کے اندر ہزاروں کی تعداد میں فوجی سردار۔ اور بیسیوں رؤسا پنشنر معزز عہدہ داروں کے خاندانوں کے خاندان بستے ہیں۔ اسی تحصیل کو صرف حال ہی میں ایک ہائی سکول نصیب ہوا ہے اس تحصیل کے کوہستانی علاقہ جات مثلاً نوشہرہ۔ سکانگرلی بھجوال۔ سماہنی۔ رنبکر بلکہ علاقہ نباہ تک کوئی ایک بھی مڈل سکول نہیں ہے۔ ان علاقہ جات کے پرائمری سکولوں سے فارغ ہونے والے طالبعلم بھمبر ہائی سکول میں آتے ہیں امسال ڈویژن بھمبر کے پرائمری سکولوں کا سالانہ امتحان ماہ جون میں ختم ہوا۔ بلکہ ابھی (جولائی تک) کئی ایک پرائمری سکولوں کے امتحان باقی ہیں۔ لیکن بھمبر ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر صاحب نے مئی میں ہی جماعت پنجم میں طلباء کا داخلہ بند کر دینے کے احکام جاری کر دئے۔ جس کی وجہ سے بیرونجات سے آنے والے مسلمان طالبعلم دربدر خستہ و خراب ہو کر اپنی عمر کا ایک سال ضائع کر رہے ہیں۔ ہرچند پبلک احتجاج کے طور پر درخواستیں دے رہی ہے تاریں بھیج رہی ہے۔ مگر ہیڈ ماسٹر صاحب جو مسلمانوں کی خوش قسمتی سے ہندو ہیں۔ یہی جواب دیتے ہیں کہ۔ جماعت پنجم کے لئے ٹیچر کی کمی ہے۔ گنجائش نہیں ہم کہتے ہیں کہ اگر استاد کی کمی ہے تو کیا افسران تعلیم رعایا کے ذوق تعلیم کو ایک اور ماسٹر دے کر پورا نہیں کر سکتے مسلمانان تحصیل بھمبر زراعت پیشہ ہیں۔ اور تعلیمی ٹیکس اگر کوئی فرقہ ادا کرتا ہے تو وہ زمیندار ہی ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ مسلمانوں خصوصاً زمینداروں میں ذوق تعلیم کا فقدان ہے۔ ہم کہتے ہیں زمیندار فرقہ اتنا بے سمجھ یا رموز تعلیم سے کورا نہیں۔ مگر آئے دن برادران وطن کے ہاتھ میں جب ان کی قسمت آتی ہے۔ تو ان کے ساتھ سنگدلانہ سلوک روا رکھا جاتا ہے۔

کیا ہم انسپکٹر صاحب سکولز تعلقہ جموں سے متوقع ہو سکتے ہیں کہ بھمبر ہائی سکول کی پانچویں کلاس کا داخلہ کھول کر رعایا بھمبر کو تعلیمی تگ و دو میں گامزن ہونے کا موقعہ عطا فرمائیں گے۔ (زمانہ لگا)

بھمبر کے ہائی سکول میں پانچویں جماعت کے مسلم طلبا کو داخل کرنے سے انکار کر دیا گیا۔ حالانکہ مقامی تحصیلدار صاحب نے بھی ہیڈ ماسٹر صاحب کو طلباء کے داخل کرنے کے لئے تحریک کیا۔ لیکن ایک ہندو سب جج میلا رام کی جورو کے بھائیوں کو داخل کرنے کے لئے انسپکٹر مدارس جنہوں نے خاص طور پر منظوری عطا کی۔ اس سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ مسلمانوں کی تعلیمی ترقی میں کس طرح روکاوٹیں پیدا کی جاتی ہیں (زمانہ لگا)

مسلمانانِ کشمیر کیا چاہتے ہیں

مسلمانوں کی بیداری

کشمیر کے مسلمان جو ایک صدی سے زیادہ عرصہ سے خواب غفلت میں پڑے دنیا ومافیہا سے بے خبر سو رہے تھے۔ صرف ایک سال کے قریب ہؤا زمانہ کی پیہم ٹھوکروں سے ذرا ہوش میں آئے ہیں۔ اور گہری نیند سے بیدار ہو کر کاہلانہ انگڑائی لیتے ہوئے۔ خواب آلودہ نگاہیں اپنے ماحول پر ڈال رہے ہیں۔ مگر ہمسایہ قوم جس کی عیارانہ چالوں نے مسلمانانِ کشمیر کی نیند کو مدہوشی میں تبدیل کر رکھا تھا۔ نہیں چاہتی۔ کہ یہ لوٹا ہؤا کاروان بیدار ہو کر اپنی حفاظت کر سکے۔

مسلمانوں سے سلوک

اس سنگدل ہمسایہ قوم نے کبھی تو مسلمانوں کے ذرا کروٹ لینے کو بغاوت کا نام دیا۔ کبھی سازش کہا۔ اور کبھی عیارانہ چالوں سے کوشش کی۔ کہ جس طرح بھی ہو سکے۔ زیادہ سے زیادہ دیر تک مسلمانوں کو غافل رکھ کر ان کی خون آشامی میں مشغول رہے۔ مسلمانوں نے ہندوؤں کے کسی حق میں دست اندازی نہیں کی۔ ان کو مد مقابل نہ بنایا۔ وہ محض حکومت سے اپنے صد سالہ چھینے ہوئے ابتدائی انسانی حقوق مانگ رہے تھے۔ مگر ایک طرف تو ہندوؤں نے ان کے رستہ میں حائل ہونا شروع کر دیا۔ اور دوسری طرف حکومت کی مشینری کچھ ایسے اجزاء سے مرکب تھی۔ کہ کسی صورت میں مسلمانوں کو حقوق دینے پر آمادہ نہ ہوئی اور مسلمانوں کے مطالبات کے ساتھ مسلسل وہی سلوک روا رکھا جو نادہند جابر متقرض کسی کمزور اور شریف قرض خواہ کے ساتھ روا رکھتا ہے۔

مظلومیت کی صدا بلند کرنیوالے

بدقسمتی سے مسلمانوں کا مقابلہ ایک ایسی قوم سے پڑا۔ جس کے ہاں سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ کر دکھانا بائیں ہاتھ کا کرتب ہے۔ ادہر مسلمانوں کے ہاں دولت کی کمی تجربہ کی کمی تعلیم کی کمی تھی۔ اور محکومیت اس پر مستزاد یہ خدا کا فضل مظلوموں کے شامل حال تھا۔ کہ اس نے شیخ محمد عبداللہ صاحب کے سینے میں عزم و استقلال۔ محبت و ہمدردی سے بھرا ہؤا دل رکھ دیا۔ اور انہوں نے اپنے رفقائے کار کے دلوں میں بھی ایک درد پیدا کر دیا۔ اور انہوں نے مظلومیت کی صدا کو اور صداقت کی آواز کو پامردی سے بلند کیا۔

مسلمانوں پر الزامات

پنڈتانِ کشمیر نے مظلوموں کی آواز دبانے کے لیے کبھی تو مسلمانوں کو باغی قرار دیا۔ اور شیر کشمیر کے مطلقے مفروضہ تاج تک تیار کرانے کی خبریں ہندو اخبارات میں شائع کرائیں۔ کبھی کہدیا کہ کشمیر میں پین اسلامزم کا بیج بویا جا رہا ہے۔ جس سے دنیا کی تمام سلطنتوں کو ہوشیار رہنا چاہئیے۔ اس فرضی ہوّے کا اس قدر پروپیگنڈا کیا گیا۔ کہ یورپ تک اور امریکہ تک کے اخبارات کو اس شورش میں لپیٹ لیا۔

لیڈرانِ کشمیر کا استقلال

تحریک آزادی کے ابتدائی دنوں میں ہی ۱۳ جولائی سانحہ کو ان متعصب ہندو حکام نے جن کی مہاسبھائی ذہنیت کو ملاپ اور پرتاپ کے زہریلے مضامین نے مشتعل کر رکھا تھا۔ مسلمانوں کے ایک نہتے ہجوم پر گولیاں برسا کر ریاست میں ایک خونی باب کا افتتاح کر دیا۔ اور اس کے بعد جو جو مظالم کئے گئے۔ ان کی تفصیل نہایت دردناک ہے لیکن ان تمام مصائب کے باوجود شیر کشمیر اور ان کے ساتھیوں کے پائے استقلال میں جب کوئی لغزش نہ آئی۔ اور وہ بدستور قید و بند کی مصیبتیں جھیلنے کے باوجود صداقت کی آواز کو بلند کرتے رہے تو آخر حکومت کو بہت کچھ وعدے کرنے پڑے۔ اور اسی سلسلہ میں مسلمان لیڈروں کو رہا کیا گیا

کیا کرنا چاہئیے

اب اگرچہ ریاست کی سیاسی فضا ایک حد تک سکون پذیر ہو گئی ہے۔ مگر ابھی تک مرض کا پورا علاج نہیں ہؤا شیر کشمیر اور ان کے رفقاء کی نگاہیں پرائم منسٹر اور ہز ہائینس مہاراجہ بہادر کے کسی بہتر قدم اٹھانے اور وعدے پورا کرنے کی منتظر ہیں۔ ورنہ جس حالت میں بلوے کے فرضی مقدمات ابھی تک ہندو عدالتوں میں قومی کارکنوں کے خلاف چل رہے ہیں۔ لوٹ اور غارتگری کے الزامات میں بے گناہوں کو پابند سلاسل کیا جا رہا ہے۔ فرضی حاکم بننے کے اتہامات میں شریفوں کی پگڑیاں اچھالی جا رہی ہیں۔ قومی کارکن ایک لمحہ کے لئے آرام کا سانس نہیں لے سکتے۔ ان حالات میں لازمی ہے۔ کہ پرائم منسٹر ہر قسم کے مقدمات کو یا تو واپس لینے کا حکم صادر فرما دیں یا پنجاب سے غیر جانبدار جج منگا کر ان کے سپرد کریں۔ اور گلینسی کمیشن کی ان سفارشات پر جو مسلم مطالبات کا کم سے کم درجہ رکھتی ہیں۔ جلد از جلد عمل کرائیں۔ (صوراسرافیل)

شیخ بشیر احمد صاحب کی سلطانی گواہ پر جرح

سموال علاقہ کھڑی کے دو ہندو مقتولوں کا مقدمہ جج میں پیش ہے۔ پولیس نے ایک دس نمبر کے بدمعاش کو سلطانی گواہ بنا کر پیش کر رکھا ہے۔ شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ ملزموں کی طرف سے پیش ہو رہے ہیں شیخ صاحب موصوف لگاتار پندرہ دن سلطانی گواہ پر جرح کر چکے ہیں۔ ابھی تک جرح جاری ہے۔ دو تین دن سے سلطانی گواہ وقت ختم ہونے سے ایک گھنٹہ پیشتر ہی کہہ اٹھتا ہے کہ میرے اوسان بجا نہیں رہے اس لئے اس وقت کارروائی ختم کر دی جائے۔ عدالت کا کمرہ تماشائیوں سے بھرا ہوتا ہے شیخ صاحب موصوف کی قابلیت اور محنت مسلسل اور معقول جرح کو دیکھ کر سب داد دے رہے ہیں بیان کیا جاتا ہے کہ ریاست جموں و کشمیر میں اس سے قبل ایسی معقول اور مسلسل جرح کبھی کسی وکیل نے نہیں کی (نامہ نگار میرپور)

حکومت کشمیر اور مسلمان لیڈروں میں صلح کی گفتگو

زبردست افواہ پھیل رہی ہے۔ کہ حکومت کشمیر نے جموں کی نازک صورت حالات کی اصلاح کے لئے اور فرنچائز کمیٹی کے راستہ سے رکاوٹیں دور کرنے کے لئے رہنمایانِ جموں سے گفت و شنید کا سلسلہ شروع کرنے والی ہے۔ اس خیال کی تائید رہنمایانِ جموں کو مختلف جیلوں سے ایک جگہ اکٹھا کرنے سے ہو رہی ہے۔ گفتگو کی نوعیت کے متعلق ابھی سے کوئی پیشگوئی کرنا مشکل ہے۔ تاہم خیال کیا جاتا ہے کہ میرپور وزارت اور راجوری تحصیل میں آرڈیننسوں کے دوبارہ نفاذ کی موجودگی میں حالات کا خوشگوار صورت اختیار کرنا مشکل نظر آ رہا ہے مسلم پبلک واقعات و حالات کا اضطراب سے انتظار کر رہی ہے۔ (نامہ نگار)

جامعہ اسلامیہ سری نگر کا سنگ بنیاد

۷ جولائی دس بجے صبح جامع مسجد کے شمال مشرق میں دار العلوم السنہ شرقیہ اسلامیہ کی عمارت کا سنگ بنیاد رکھنے کی رسم عمل میں آئی ہزارہا مسلمان اس موقع پر موجود تھے۔ مولانا سید میرک شاہ صاحب اندرابی نے تقریر فرمائی۔ جس میں بتایا۔ کہ آج ایک ایسی یونیورسٹی کی بنیاد ڈالی جا رہی ہے جس کی ابتدائی حالت مستقبل کی شان کا نمونہ پیش کر رہی ہے اس کے مستقبل کی شان کا اندازہ ابھی سے لگانا ناممکن ہے تقریر جاری رکھتے ہوئے آپ نے علوم اسلامیہ کے زندہ رکھنے

ہندوستان اور ممالک غیر کی خبریں

اوٹاوہ کانفرنس کے مندوبین کی مکمل فہرست شائع ہو گئی ہے۔ اس میں ۲۵ ارکان ہونگے۔ البتہ مسٹر ڈی ولیرا اس کانفرنس میں شریک نہیں ہونگے۔ اس کانفرنس میں برطانیہ اور دیگر ممالک کے مندوبین کو یہ آسائش حاصل ہوگی کہ وہ ہر وقت اپنے ممالک کے ساتھ بذریعہ ٹیلیفون گفتگو کر سکیں گے۔ اور تین منٹ کے لئے دو پونڈ چارج ہوا کرینگے۔

دارالعوام میں ۶ جولائی کو فری سٹیٹ سپیشل بل کی دوسری قرأت اکتالیس کے مقابلہ میں تین سو اکیس آراء اکثریت سے منظور ہو گئی۔

تخفیف اسلحہ کے متعلق برطانوی حکمت عملی کی مسٹر بالڈون قائم مقام وزیر اعظم نے دارالعوام میں نہایت عمدہ طریق سے وضاحت کی اور بتایا کہ حکومتِ برطانیہ پریذیڈنٹ ہوور کی تجاویز کو بنظر استحسان دیکھتی ہے کہ یہ حقیقی طور پر تخفیف اسلحہ کی مؤید ہیں بری تخفیف کے ضمن میں مستعمرات اور ہندوستان وغیرہ میں برطانوی افواج ۳ لاکھ انسٹھ ہزار کی بجائے ۲ لاکھ سات ہزار رہ گئی ہیں اور بحری تخفیف کے ضمن میں جنگی جہازوں کو بالکل جارحانہ قرار دیا گیا ہے۔ جو جنگی جہاز بیس ٹن کے اوپر ہوگا اس کے استعمال کو ناجائز قرار دیا جائیگا۔ آپ نے یہ بھی کہا کہ اگر زمانہ قبل از جنگ پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ بڑے جہازوں کی تعداد ۶۹ کی بجائے ۱۵ اور جنگی جہازوں کی ایک سو آٹھ کی بجائے باون رہ گئی ہے۔

گاندھی جی کی بیبی (مس سلیڈ) کو بمبئی میں دس جولائی کو سپیشل اختیارات کے آرڈیننس کے ماتحت نوٹس دیا گیا تھا کہ وہ ۲۴ گھنٹوں کے اندر اندر بمبئی سے نکل جائے۔ اس نوٹس کی تعمیل میں وہ بمبئی سے روانہ ہو گئی۔

سپیشل مجسٹریٹ ڈھاکہ کے قتل کے سلسلہ میں ۹ جولائی کو ڈھاکہ میں سپیشل برانچ پولیس نے دو بنگالیوں کو گرفتار کیا جن میں سے ایک مقامی کالج کا طالبعلم ہے۔

معاہدہ لوزان کے متعلق سرکاری طور پر اعلان کر دیا گیا ہے کہ مکمل ہو گیا ہے اور اہم مسائل جو ابھی تک تصفیہ طلب تھے حل ہو گئے ہیں۔

دارالعوام میں ۸ جولائی کو دونوں دیوانوں کے ارکان کا ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں سر سکندر حیات خان سیٹھ حاجی عبداللہ ہارون اور وارث امیر علی نے تقریریں کیں اور مسلمانوں کے بنیادی مطالبات پیش کئے۔ مسٹر لیکی نائٹ کرک نے جو صدر جلسہ تھے کہا کہ جب تک اقتدار حکومت برطانیہ کے افسروں کے پاس تھا۔ ہندو مسلم عداوت کا قطعی وجود نہ تھا۔

لنڈن کی ایک اطلاع ہے کہ دارالعوام کے اجلاس تعطیلات کے لئے ۱۳ جولائی کو ملتوی ہو جائیں گے اور ۲۰ اکتوبر کو پھر شروع ہونگے۔ لیکن مسٹر سٹینلے بالڈون نے بیان کیا کہ سپیکر کو اختیار حاصل ہوگا کہ اگر مفاد عامہ کے ماتحت ضرورت پیش آئے تو دوبارہ اجلاس کی مقررہ تاریخ سے قبل بھی ارکان کو طلب کر لے۔

رنگون سے ۹ جولائی کی اطلاع ہے کہ گزشتہ چھ ماہ میں ڈکیتی اور قتل کی وارداتوں کی تعداد ۲۰۰۰ رہی حالانکہ گزشتہ سال یہ تعداد ۲۹۹۰ تھی۔ اس کمی کی وجہ یہ ہے کہ باغیانہ سرگرمیوں میں کچھ سکون پیدا ہو گیا ہے۔

فسادات بمبئی کے سلسلہ میں ۸ جولائی کو ۹۴ گرفتار شدہ فسادیوں کو پولیس کمشنر نے حکم دیا ہے کہ وہ شہر سے نکل جائیں۔ پہلے ۱۶۲ اشخاص کو شہر بدر کیا جا چکا ہے۔

کولمبو سے ۸ جولائی کی اطلاع ہے کہ سٹیٹ کونسل نے دو ریزولیوشن پاس کئے ہیں جن میں مطالبہ کیا گیا ہے کہ گورنر کو آرڈیننس وغیرہ جاری کرنے اور کونسل کے پاس کردہ قوانین کو نامنظور کرنے کے جو اختیارات حاصل ہیں وہ منسوخ کر دئے جائیں۔

ہندو یونیورسٹی کے لئے دو کروڑ روپیہ کی جو اپیل پنڈت مالویہ نے کی تھی اس سلسلہ میں ۸۴ لاکھ روپیہ جمع ہو گیا ہے۔ انجنیرنگ کالج کیلئے ۱۲ لاکھ کا چندہ مزید جمع کیا جا رہا ہے۔

اخبارات میں یہ خبر چکر لگا رہی تھی کہ حکومت پنجاب بعض وجوہات کی بنا پر ضلع گورداسپور کو توڑنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ لیکن ذمہ وار ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ یہ خبر بالکل بے بنیاد ہے۔

مسٹر جسٹس اقبال احمد قائم مقام جج الہ آباد ہائی کورٹ ۱۱ اکتوبر ۱۹۳۲ء سے ۲ سال کے لئے الہ آباد ہائیکورٹ کے ایڈیشنل جج مقرر کئے گئے ہیں۔

مسٹر محمد اسلم خان بلیڈر نے اپنے لڑکے کی طرف سے مسٹر سکاٹ حال پرنسپل پولیس ٹریننگ سکول پھلور کے خلاف جو دعویٰ برائے اخذ حقوق دائر کیا ہے اس کی ۱۴ اگست کو لالہ بیج ناتھ سب جج امرتسر کی عدالت میں [illegible] ہوگی۔ سمن جاری ہو چکے ہیں۔

سر تیج بہادر سپرو اور مسٹر جیکر کے بعد مسٹر ایم [illegible] جوشی نے بھی گول میز کانفرنس کی مشاورتی کمیٹی سے استعفیٰ دیدیا ہے۔

گورنمنٹ بنگال نے ایک کتاب مسمیٰ آگرہ [illegible] کو خلاف قانون قرار دے کر ضبط کر لیا ہے کیونکہ اس میں تحریک سول نافرمانی کی داستان درج ہے۔

اچھوتوں کا ایک اجلاس ۱۰ جولائی بمبئی میں ایم [illegible] راجہ کی صدارت میں منعقد ہوا۔ نمائندگان میں خطرناک تصادم ہو گیا۔ جس سے ایک ۱۵۰ اشخاص سخت زخمی ہوئے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ۲ سو حامیان جداگانہ نیابت نے کانفرنس ہال میں داخل ہونے کی اجازت مانگی۔ اس پر [illegible] میں اور والنٹیروں میں تصادم ہو گیا جس نے لڑائی کی صورت اختیار کر لی۔ پولیس موقعہ پر پہنچ گئی اور لاٹھی چارج سے لوگوں کو منتشر کر دیا گیا۔

دہلی کیمپ جیل میں ۹ جولائی کو فساد ہو گیا۔ جس کے نتیجہ میں ۹ سیاسی قیدی اور گیارہ جیل وارڈر مجروح ہو [illegible]

لکھنؤ میں یہ افواہ بہت گرم ہے کہ اخبار لیڈر [illegible] الہ آباد سے لکھنؤ میں منتقل ہو نیوالا ہے۔

اودے پور ریاست میں گیارہ جولائی کو سخت بلوہ ہو گیا۔ جس کے دوران میں لوگوں نے مہاراجہ کے محل پر حملہ کر دیا۔ حملہ آور ہجوم کو پولیس اور فوج نے گولی چلا کر منتشر کیا۔ پانچ آدمی قتل ہوئے۔ تفاصیل کا انتظار [illegible]

نیویارک کی تازہ اطلاع مظہر ہے کہ اس وقت امریکہ میں بیروزگاروں کی تعداد گیارہ کروڑ تک پہنچ گئی ہے۔ اور اندازہ لگایا گیا ہے کہ جرمنی میں ۷۰ لاکھ اطالیہ میں دس لاکھ فرانس میں اڑھائی لاکھ اور برطانیہ میں ستائیس لاکھ بے روزگار ہیں۔

کلکتہ کا اخبار "بنگالی" جسے مسٹر سریندر ناتھ نے جاری کیا تھا اب مسلمانوں نے خرید لیا ہے۔ یہ اخبار مسلم حقوق کی حفاظت کریگا۔

شملہ سے دس جولائی کی اطلاع ہے کہ راجہ نریندر ناتھ نے حکام پنجاب گورنمنٹ کو انگریزی راج کی تعریف میں ایک نظم بھیجی تھی جو انہوں نے یہ کہہ کر واپس کر دی کہ آج کل پراپیگنڈہ کرنے کے لئے یہ نظم موزوں نہیں۔ اور اس کا استعمال نہیں کیا جا سکتا۔

عبدالرحمٰن قادیانی پرنٹر پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپایا اور قادیان سے ۱۵ [illegible] شائع کیا۔